

جامعہ حقانیہ کاترجمان

سہ ماہی  
میں

# الحقانیہ

مجلہ

محرم الحرام ۱۴۳۶ھ نومبر ۲۰۱۴ء



بانی: فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی قدس سرہ

## فہرست

3	سڑکوں کا ناجائز استعمال..... شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم
9	درس حدیث..... حضرت مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ
11	ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ..... حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ
13	مدح صحابہ رضی اللہ عنہم کی شرعی حیثیت..... شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ
21	نفاذ شریعت بل اسمبلی کی ذمہ داری اور علماء کا کردار.... فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ
29	تبلیغی جماعت پر اعتراضات کے جوابات..... فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ
39	واقعات و ارشادات..... مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم
48	اخبار الجامعہ..... مولانا محمد آصف چنیوٹی

خط و کتابت کیلئے: دفتر ماہنامہ الحقانیہ جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

web-www.alhaqqania.org

E-mail-alhaqqania@yahoo.com

048-6786002/6786899

پبلشر: مفتی سید عبدالقدوس ترمذی پرنٹر: جناب محمد منیر صاحب فائٹر پرنٹنگ پریس سرگودھا

کمپوزر: جناب حافظ سید عبدالغفور صاحب ترمذی

نوٹ: رسالہ کے متعلق معلومات کے لیے رابطہ نمبر: 0301-4843429

رسالہ نہ ملنے کی صورت میں رابطہ نمبر: 0301-0331-6769897

## سرکوں کا ناجائز استعمال

دھیان نہ ہو تو انسان یہ جانے بغیر غلطیاں کرتا چلا جاتا ہے کہ اس سے کوئی غلط کام سرزد ہو رہا ہے..... کسی دوسرے کی چیز کا ایسا استعمال جو اس کی خوش دلا نہ مرضی کے خلاف ہو، آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے مطابق حرام ہے.....

جو چیزیں کسی شخص کی ذاتی ملکیت میں ہوتی ہیں ان کے بارے میں تو تھوڑا بہت احساس لوگوں کو بھی ہو جاتا ہے، لیکن جو چیزیں ”سرکاری املاک“ کہلاتی ہیں، ان کے بارے میں واقعی ”مال مفت دل بے رحم“ کی مثل صادق آتی ہے۔ ان پر قبضہ کر لینا، ان کو خلاف قانون استعمال کرنا یا بے دردی سے استعمال کرنا ایسی عام بات ہو گئی ہے جس پر انگلیاں بھی نہیں اٹھتیں حالانکہ سرکاری اشیاء برسر اقتدار افراد کی ملکیت نہیں ہوتیں، پوری قوم کی ملکیت ہوتی ہیں، اور ان کا ناجائز استعمال صرف کسی ایک شخص کی نہیں سارے عوام کی حق تلفی ہے، اور یہ حقوق العباد کا اتنا خطرناک شعبہ ہے کہ اس میں اگر کوئی حق تلفی ہو جائے تو اس گناہ کی معافی انتہائی مشکل ہے، اس لیے کہ جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں حقوق العباد کے گناہ صرف توبہ و استغفار سے معاف نہیں ہوتے، بلکہ ان کی معافی کے لیے اس شخص کا معاف کرنا ضروری ہے جس کا حق پا مال کیا گیا، اب گروہ شخص ایک ہو اور معلوم ہو تو اس سے معافی مانگی جاسکتی ہے، لیکن سرکاری املاک کے حق دار چونکہ سارے عوام ہیں اس لیے اگر کبھی ندامت اور توبہ کی توفیق ہو تو آدمی کس کس سے معافی مانگتا پھرے گا؟ یہ بات مد نظر رکھتے ہوئے ان چند تصرفات پر غور فرمائیے جو ہمارے معاشرے میں بری طرح پھیلے ہوئے ہیں۔

(۱) سرکاری زمینوں پر تجاوزات اسی قسم کی غاصبانہ کارروائی ہے جس کا تعلق

حقوق العباد کے اس سنگین شعبے سے ہے، ہمارے علماء نے فقہ کی کتابوں میں اس مسئلے پر بحث کی ہے کہ جس شخص کا مکان سڑک کے کنارے واقع ہو، وہ اپنی کھڑکی پر سائبان لگا سکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر لگا سکتا ہے تو زیادہ سے زیادہ کتنا لمبا چوڑا؟ حالانکہ سائبان لگانے سے زمین کے کسی حصے پر قبضہ نہیں ہوتا، بلکہ فضا کا بہت تھوڑا سا حصہ استعمال ہوتا ہے، نیز یہ مسئلہ بھی فقہاء کے یہاں زیر بحث آیا ہے کہ جس شخص نے عام لوگوں کی گزرگاہ پر راستہ روک کر دکان لگالی ہو اس سے کوئی چیز خریدنا جائز ہے یا نہیں؟ بعض فقہاء کہتے ہیں کہ اس شخص نے چونکہ عوام کا حق غصب کر رکھا ہے، لہذا اس سے سودا خریدنا اس کی غاصبانہ کارروائی میں تعاون ہے، اس لیے اس سے کوئی چیز خریدنا جائز نہیں، بعض دوسرے فقہاء اگرچہ اس حد تک نہیں گئے، لیکن انہوں نے یہ کہا ہے کہ اگر یہ امید ہو کہ سودا نہ خریدنے سے اس کو اپنی غلطی کا احساس ہوگا اور وہ اپنی اس حرکت سے باز آجائے گا تو اس سے واقعی سودا نہ خریدنا چاہیے، اس سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اسلامی قانون تجارتات کے بارے میں کتنا حساس ہے؟

ہمارے معاشرے میں تجاوزات کوئی قابل ذکر عیب ہی نہیں رہے جس کا جی چاہتا ہے وہ اپنے مکان یا دکان کے گرد پوری کی پوری سرکاری زمین پر قبضہ جما کر بیٹھ جاتا ہے، بلکہ ہمارے گرد و پیش میں جس طرح یہ تجاوزات پھیلے ہوئے ہیں ان میں ایک نہیں کئی کئی گناہ بیک وقت جمع ہیں۔

اول تو عوامی زمین پر ناجائز قبضہ ہی بڑا سنگین گناہ۔

دوسرے عموماً ان تجاوزات سے راستہ چلنے والوں کو بڑی تکلیف ہوتی ہے، اور راہ گیروں کے راستے میں رکاوٹ پیدا کرنا ایک مستقل گناہ ہے، جس پر حدیث میں سخت وعید آئی ہے۔

تیسرے ہمارے ماحول میں یہ تجاوزات رشوت خوری کے فروغ کا بہت بڑا

ذریعہ بنی ہوئی ہیں کیونکہ انہیں باقی رکھنے کے لیے متعلقہ اہلکار کو ”بھتہ“ دینا پڑتا ہے، اور یہ بھتہ ایک مرتبہ دینا کافی نہیں ہوتا، بلکہ ہفتہ وار یا ماہانہ تنخواہ کی طرح اس کی ادائیگی ضروری ہوتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس قسم کے اہلکار دل سے یہی چاہتے ہیں اور اس کی پوری کوشش بھی کرتے ہیں کہ یہ تجاوزات ختم نہ ہوں، تاکہ ان کی ”آمدنی“ کا یہ ذریعہ بند نہ ہونے پائے، لہذا ان کو اپنے فرائض سے غافل کرنے بلکہ فرائض کے برعکس کام کرنے کا گناہ بھی اس میں شامل ہو تو بعید نہیں۔

(۲) اس طرح ہمارے ملک میں یہ بھی عام رواج ہو گیا ہے کہ جلسوں اور تقریبات کے لیے چلتی ہوئی سڑک روک کر شامیانے اور قاتیں لگالی جاتی ہیں، اور اس کے نتیجے میں آنے جانے والی گاڑیوں کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اور ٹریفک کے نظام میں بعض اوقات شدید خلل واقع ہو جاتا ہے، یہ بات ہر مسلمان جانتا ہے کہ اگر کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو تو اس کے سامنے سے گزرنا جائز نہیں، اور احادیث میں اس بات کی سخت تاکید کی گئی ہے کہ کوئی شخص کسی نمازی کے سامنے سے نہ گزرے، لیکن ساتھ ہی شریعت نے نماز پڑھنے والے کو یہ بھی ہدایت کی ہے کہ وہ ایسی جگہ نماز پڑھنا شروع نہ کرے جہاں لوگوں کو گزرنے میں دشواری ہو، مثلاً مسجد کا صحن اگر کھلا ہوا ہے تو صحن کے بچوں یا اس کے آخری سرے پر نماز کے لیے کھڑے ہو جانا اس صورت میں جائز نہیں جب سامنے لوگوں کے گزرنے کی جگہ ہو اور نماز شروع کرنے کی وجہ سے انہیں لمبا چکر کاٹ کر جانا پڑتا ہو، لہذا حکم یہ دیا گیا ہے کہ ایسی جگہ نماز پڑھو جہاں یا تو سامنے کوئی ستون وغیرہ ہو جس کے پیچھے سے لوگ گزر سکیں یا سامنے نمازی ہی کی صفیں ہوں۔ اگر کوئی شخص اس ہدایت کا خیال نہ رکھے اور صحن کے بچوں یا نماز پڑھنے کھڑا ہو جائے تو یہاں تک کہا گیا کہ ایسی صورت میں کوئی شخص نمازی کے سامنے سے گزرنے پر مجبور ہو جائے تو اس کے گزرنے کا گناہ نماز پڑھنے والے پر ہوگا سامنے سے گزرنے والے پر نہیں۔

غور فرمائیے کہ مسجدیں عموماً بہت بڑی نہیں ہوتیں، اور اگر کسی شخص کو چکر کاٹ کر نکلتا پڑے تو اس کے ایک دو منٹ سے زیادہ خرچ نہیں ہوتے، لیکن شریعت نے اس ایک دو منٹ کی تکلیف یا تاخیر کو بھی گوارا نہیں کیا، اور نمازی کو تاکید فرمائی ہے کہ وہ لوگوں کو اس معمولی تکلیف سے بھی بچائے ورنہ گناہ گار وہ خود ہوگا۔

جب شریعت کو یہ بھی گوارا نہیں کہ کوئی شخص ہماری وجہ سے اس معمولی تکلیف میں مبتلا ہو کر سڑک کو بالکل بند کر کے لوگوں کو دور کا راستہ اختیار کرنے پر مجبور کرنا کس طرح جائز ہو سکتا ہے؟ بالخصوص آج کی مصروف زندگی میں اگر کسی شخص کو اپنی منزل مقصود تک پہنچنے میں چند منٹ کی تاخیر بھی ہو جائے تو بعض اوقات اس کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ جاتا ہے، کسی بیمار کو ہسپتال پہنچانا ہو یا کسی بیمار کے لیے دوا لے جانی ہو یا کوئی مسافر ریلوے اسٹیشن یا ہوائی اڈے پہنچنا چاہتا ہو، اور ہمارے جلسے یا تقریب کی وجہ سے اسے پانچ یا دس منٹ کی تاخیر ہو جائے تو کہنے کو یہ تاخیر پانچ دس منٹ کی ہے، لیکن اس تاخیر کے نتیجے میں بیمار رخصت بھی ہو سکتا ہے مسافر اپنے سفر سے بالکل محروم بھی ہو سکتا ہے، اور جن جن لوگوں کو اس طرح کا نقصان پہنچا ہو ہمیں نہ ان کا نام معلوم ہے نہ ان کا پتہ اور نہ نقصان کی نوعیت، لہذا اگر اس گناہ کی تلافی کرنا بھی چاہیں تو اس کا کوئی راستہ اختیار میں نہیں، ذاتی طور پر مجھے تو ان جلو سوں کا شرعی جواز بھی مشکوک معلوم ہوتا ہے جو گھنٹوں کے لیے آمد و رفت کا نظام درہم برہم کر کے عام لوگوں کو ناقابل بیان اذیتوں میں مبتلا کر دیتے ہیں، کیونکہ یہ ساری خرابیاں ان میں بھی بہ درجہ اتم موجود ہیں۔

(۳) یہ مناظر بھی بکثرت دیکھنے میں آتے ہیں کہ سڑکوں کو کرکٹ کا میدان بنالیا جاتا ہے، اور سڑک کے پیچوں بچوں کو کٹ یا وکٹ نما کوئی چیز نصب کر کے باقاعدہ کھیل شروع ہو جاتا ہے، آس پاس کی ہر کھڑی یا چلتی ہوئی گاڑی بیٹسمین کے چوکوں کی زد میں ہوتی ہے، اور گیند کے پیچھے دوڑتے ہوئے فیلڈر آنے جانے والی گاڑی کی زد میں، یہ منظر گلیوں

اور چھوٹی سڑکوں پر تو نظر آتا ہی رہتا ہے، لیکن کچھ عرصہ پہلے دیکھا کہ ایک ایسے مین روڈ پر باقاعدہ میچ ہو رہا تھا جہاں عام طور سے گاڑیاں ساٹھ ستر کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے دوڑتی ہیں، یہ عوامی سڑک کا سراسر ناجائز استعمال تو ہے ہی خود کھیلنے والوں کے لحاظ سے بھی اقدام خودکشی سے کم نہیں، گیند کے پیچھے دوڑنے والے کے تمام تر ہوش و حواس گیند پر مرکوز ہوتے ہیں، اور وہ یکا یک پیش آ جانے والی کسی صورت حال کی وجہ سے اپنے جسم کو کنٹرول کرنے پر قادر نہیں ہوتا، لہذا اچانک کوئی گاڑی سامنے آ جائے تو کوئی بھی حادثہ پیش آ سکتا ہے، اور اس قسم کے حادثات پیش آ بھی چکے ہیں، اور جب اس کھیل کے نتیجے میں جانیں تک چلی گئی ہیں تو گاڑیاں اور ان کے شیشے بھی ٹوٹنے کا کیا شمار؟

اس صورت حال کی ذمہ داری ان نوعمر کھیلنے والوں سے زیادہ ان کے والدین، سرپرستوں اور ان کی سرکاری کارندوں پر عائد ہوتی ہے جو انہیں اس خطرناک کھیل میں مصروف دیکھتے ہیں، اور اس سے باز رکھنے کی کوشش نہیں کرتے، دوسری طرف بڑے شہروں میں کھیل کے میدانوں کی کمی بھی اس صورت حال کا سبب ہے جس کی طرف حکومت کو توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

(۴) سڑکوں پر بے جگہ گاڑیوں کی پارکنگ بھی ایک ایسا مسئلہ ہے جس میں ہم انتہائی بے حسی کا شکار ہیں۔ چھوٹی گاڑیاں تو ایک طرف رہیں بڑی بڑی وگنیں اور بسیں بھی ایسی جگہ کھڑی کر دی جاتی ہیں کہ آنے جانے والوں کا راستہ بند ہو جاتا ہے، یا گزرنے والوں کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، چونکہ ہم نے دین کو صرف نماز روزے ہی کی حد تک محدود کر رکھا ہے، اس لیے یہ عمل کرتے وقت کسی کو یہ دھیان نہیں آتا کہ وہ محض بے قاعدگی کا نہیں بلکہ ایک ایسے بڑے گناہ کا مرتکب ہو رہا ہے جس کا تعلق حقوق العباد سے ہے، اول تو جس جگہ پارکنگ ممنوع ہے اس جگہ گاڑی کھڑی کر دینا اس عوامی جگہ کا ناجائز استعمال ہے، جو غصب کے گناہ میں داخل ہے، دوسرے حاکم کے ایک جائز حکم کی

خلاف ورزی ہے، تیسرے اس بے قاعدگی کے نتیجے میں جس جس شخص کو تکلیف پہنچے گی، اسے تکلیف پہنچانے کا گناہ الگ ہے اس طرح یہ عمل جو غفلت اور بے دھیانی کے عالم میں روزمرہ ہوتا ہے، بیک وقت کئی گناہوں کا مجموعہ ہے، جن پر دنیا میں چالان ہو یا نہ ہو، آخرت میں ضرور باز پرس ہوگی۔

اسی طرح بعض جگہ پارکنگ قانوناً ممنوع نہیں ہوتی، لیکن گاڑی اس انداز سے کھڑی کر دی جاتی ہے کہ آگے پیچھے کی گاڑیاں سرک نہیں سکتیں، یا گزرنے والوں کو کوئی اور تکلیف پیش آتی ہے، یہ عمل بھی دینی اعتبار سے سراسر ناجائز اور گناہ ہے۔

ہماری فقہ کی قدیم کتابیں اس زمانے میں لکھی گئی ہیں جب خود کار گاڑیوں (آٹوموبائلز) کا رواج نہیں تھا، اور سفر کے لیے عموماً جانور استعمال ہوتے تھے، اس لیے ٹریفک کا نظام اتنا پیچیدہ نہیں تھا جتنا آج ہے، اس کے باوجود ہمارے فقہاء کرام نے سڑکوں پر چلنے اور گاڑیوں کے ٹھہرنے کے بارے میں شرعی احکام کی تفصیل نہایت شرح و بسط کے ساتھ بیان کی ہے، اور اس سے اسلامی تعلیمات کی ہمہ گیری کا بھی اندازہ ہوتا ہے، اور اس بات کا بھی کہ اسلام میں نظم و ضبط اور حقوق العباد کی کتنی اہمیت ہے؟ اس کا تقاضہ یہ ہے کہ بحیثیت مسلمان ہمارا نظم و ضبط اور ہماری تہذیب و شائستگی مثالی ہو، لیکن افسوس ہے کہ اپنی غفلت اور بے دھیانی کہ وجہ سے ہم اس قسم کے بے شمار گناہ روزانہ اپنے نامہ اعمال میں شامل کر کے اپنی آخرت بھی خراب کر رہے ہیں، اور دنیا بھر کو اپنے بارے میں وہ تاثر بھی دے رہے ہیں جو نہ صرف ہم سے نفرت کا باعث بنتا ہے بلکہ اسلام کی چمکتی ہوئی تعلیمات پر ہماری بد عملی کا نقاب ڈال دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ دین کا صحیح حسن دیکھنے سے محروم رہ جاتے ہیں۔

(ماخوذ از: ذکر و فکر)



حضرت مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ

## درس حدیث

تقدیر کے مختلف مدارج

(۱) ازل میں جبکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ بھی نہ تھا، زمین و آسمان، ہوا پانی، عرش و کرسی میں سے کوئی چیز بھی پیدا نہ کی گئی تھی (کان اللہ ولم یکن معہ شیء) تو اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کو بعد میں پیدا ہونے والی اس ساری کائنات کا پورا پورا علم تھا۔ پس اس دور ازل ہی میں اس نے ارادہ اور فیصلہ کیا، کہ اس تفصیل اور ترتیب کے مطابق جو میرے علم میں ہے، میں عالم کو پیدا کروں گا اور اس میں یہ یہ واقعات پیش آئیں گے۔ الغرض آئندہ وجود میں آنے والے عالم کے متعلق جو تفصیل و ترتیب اس کے ازل میں تھی، اس نے ازل ہی میں طے فرمایا کہ میں اس سب کو وجود میں لاؤں گا، پس یہ طے فرمانا ہی تقدیر کا پہلا مرتبہ اور پہلا ظہور ہے۔

(۲) پھر ایک وقت آیا جبکہ پانی اور عرش پیدا کئے جا چکے تھے، مگر زمین و آسمان پیدا نہ ہوئے تھے (بلکہ حدیث نمبر ۶۸ کی تصریح کے مطابق زمین و آسمان کی تخلیق سے پچاس ہزار برس پہلے) اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کی تقدیریں پہلی ازل میں تقدیر کے مطابق لکھ دیں (جس کی حقیقت حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ ہے کہ ”عرش کی قوت خیالیہ میں تمام مخلوق کی تفصیلی تقدیر منعکس کر دی، اور اس طرح عرش اس تقدیر کا حامل ہو گیا) یہ تقدیر کا دوسرا درجہ اور دوسرا ظہور ہوا۔

(۳) پھر ہر انسان کی تخلیق جب رحم مادر میں شروع ہوتی ہے اور تین چلے گزر جانے پر جب اس میں روح ڈالنے کا وقت آتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا ہوا فرشتہ اللہ ہی سے علم حاصل کر کے اس کے متعلق ایک تقدیری نوشتہ مرتب کرتا ہے، جس میں اس کی مدت

حیات، اعمال، رزق، اور شقاوت یا سعادت کی تفصیل ہوتی ہے۔ یہ نوشتہ تقدیر کا تیسرا درجہ اور تیسرا ظہور ہے۔

(۴) پھر انسان جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے، تو اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے وہ اس کو کرتا ہے، جیسا کہ حدیث نمبر ۷۷ میں فرمایا، کہ انسانوں کے سب دل اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں، وہ جدھر چاہتا ہے انہیں پھیر دیتا ہے، پس یہ تقدیر کا چوتھا درجہ اور چوتھا ظہور ہے۔ اگر اس تفصیل کو ملحوظ رکھا جائے تو تقدیر کے سلسلہ کی مختلف احادیث کے مطالب و محامل کے سمجھنے میں ان شاء اللہ مشکل پیش نہ آئے گی۔

### صحابہ کرام ﷺ کی عظمت

ملفوظ: فقیہ العصر حضرت مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ

اصل چیز یہ ہے کہ علم کے ساتھ تعمق بھی ہو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو علم کے ساتھ تعمق اور گہرائی بطور خاص عطا فرمائی گئی تھی اور یہ اعلیٰ درجہ کا وصف ہے حضرت عبداللہ بن مسعود نے صحابہ کرام کی تعریف میں اوسعہم علما کی بجائے اعمقہم علما فرمایا ہے حضرات صحابہ کرام ﷺ کو یہ شرف نبی کریم ﷺ کی صحبت مبارکہ کی بدولت نصیب ہوا بعد کے حضرات علم میں ترقی کر سکتے ہیں مگر شرف صحبت چونکہ ان کو حاصل نہیں ہو سکتا اس لئے کسی ادنیٰ درجہ کے صحابی کے برابر بھی نہیں ہو سکتے صحابہ کرام ﷺ کو آپ سے اعلیٰ درجہ کی محبت اور عشق تھا جب عشق کا غلبہ ہوتا ہے تو فنایت پیدا ہو جاتی ہے جو کلید سعادت ہے اور حضور ﷺ کے ہر صحابی میں یہ وصف موجود تھا بعد کے لوگ صحابہ کرام ﷺ کی زیارت اس لئے کرتے تھے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا ہے یہ عشق اور محبت کی بات ہے اگر اصل محبوب نہ ملے تو اس کے دیکھنے والوں ہی کو ہی دیکھ لیا جائے۔ (حیات ترمذی ص ۳۹۶)

مرسلہ: بندہ محمد صدیق عفا اللہ عنہ

## ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ

از جمیل الکلام بقلم فقیہ الامۃ حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی قدس سرہ

فرمایا ہمارے حاجی صاحب نے وساوس کا ایک عجیب علاج تجویز فرمایا کہ اگر بکثرت واقع ہوں اور دفع نہ ہوں تو اس مراقبہ میں مصروف ہو جاؤ کہ اللہ اکبر حق تعالیٰ نے قلب بھی کیا عجیب چیز بنائی ہے کہ اس میں دریا کی سی موجیں اٹھتی ہیں اور کسی طرح نہیں رکتیں، تو اس طرح سے وساوس صنع الہی کے مشاہدہ کا آلہ بن جائیں گے جو ایک باطنی طاعت ہے۔

فرمایا حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ نے ایک صاحب کو ذکر بالجہر بتایا انہوں نے عرض کیا کہ اس میں تو ریا ہوگی، فرمایا جی ہاں اس میں ریا ہوگی اور اگر چپکے چپکے ذکر کی ہیئت بنا کر بیٹھو گے تو کیا لوگ یہ نہ سمجھیں گے کہ معلوم نہیں عرش کی سیر کر رہے ہیں یا کرسی کی تو یہ ریا نہ ہوگی؟۔

فرمایا ایک صاحب نے حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ ذکر میں نیند بہت آتی ہے، حضرت نے علاج ارشاد فرمایا کہ ایسے وقت میں حدیث میں ہے فلیرقد یعنی جب نیند آ جائے سو جاؤ، پھر اپنی طرف سے افادہ فرمایا کہ میری سمجھ میں تو یہ بات آئی ہے کہ ذکر جہر میں جو ریا کا شبہ ہوتا ہے یہ بھی نفس کا بہانہ ہے کہ ذکر جہر کرنے میں اگر کسی دن آنکھ نہ کھلی تو اہل محلہ پر قلعی کھل جائے گی، اس لئے آہستہ آہستہ ہی کرنا چاہئے تاکہ کسی کو پتہ ہی نہ لگے سب معتقد رہیں، نفس کے ان بہانوں کو شیخ ہی خوب سمجھتا ہے۔

فرمایا ہمارے حضرت کی خدمت میں ایک نقشبندی آئے، ان کو قبض ہو گیا تھا، حضرت سے عرض کیا، فرمایا ذکر جہر کرو، کہنے لگے میرے شیخ نے نہیں بتایا، فرمایا تو ان کے

پاس جاؤ میرے پاس کیوں آئے ہو، پھر انہوں نے ذکر جہر کیا تو قبض جاتا رہا۔  
 فرمایا مولوی صادق البقین صاحب کو قبض ہوا، انہوں نے مجھے لکھا اور لکھا کہ میں  
 نے ذکر بھی بڑھا دیا ہے مگر فائدہ نہیں ہوا، میں نے لکھا کہ بڑھانے سے ہی زیادہ قبض  
 ہوا ہے، بالکل چھوڑ دو، سیر و تفریح کرو، دوستوں سے ملو، لذیذ چیزیں کھاؤ، اس سے بس قبض  
 جاتا رہا، رازیہ تھا کہ کثرت مجاہدات سے طبیعت ملول ہو گئی تھی، اسباب تفریح سے نشاط  
 پیدا ہو گیا، پھر فرمایا کہ میں کجا اور ایسی دقیق تدبیر کجا، مگر جب حق تعالیٰ کسی کو کوئی خدمت  
 سپرد کرتے ہیں اس کا فہم بھی دے دیتے ہیں، ان ہی کی دستگیری سے سب باتیں سمجھ میں  
 آ جاتی ہیں، کوئی اپنے علم و فہم پر ناز نہ کرے اپنے علوم کو اپنا کمال نہ سمجھے، ورنہ جو اہل افادہ  
 ہیں وہ افادہ ترک کر کے دیکھ لیں کہ سب سلب ہو جائے گا، بس یہ علوم مکسوبہ نہیں ہو بہ ہیں  
 جب تک القاء کرتے ہیں تلقی ہوتی رہتی ہے اور اگر ناز کریں سب بند ہو جائے۔

فرمایا نقشبندیہ، چشتیہ وغیرہ سب نام ہیں اور حقیقت سب کی ایک ہے یعنی اولئک  
 حزب اللہ الان حزب اللہ ہم المفلحون نیز نقشبندیوں کا مذاق چشتی ہوتا ہے اور بعض  
 چشتیوں کا نقشبندی، یہ تقسیم ایسی ہی ہے جیسے وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا مگر اب  
 تو ان قیود کو ہی مقصود بالذات سمجھنے لگے ہیں۔

سلسلہ گفتگو میں فرمایا ایک صاحب حج کرنے گئے وہاں جا کر شافعی ہو گئے،  
 میرے پاس اس کی اطلاع کا خط آیا، میں نے لکھا کہ یہاں نہ شافعی عالم ہیں اور نہ تہمارے  
 پاس ان کی پوری کتابیں ہیں اگر کوئی نیا مسئلہ پیش آئے گا تو پوچھو گے کس سے، ان سے اس  
 کا جواب نہ بن پڑا تو حنفی ہو گئے، میں نے بھی اسی نیت سے لکھا تھا۔

مسلمانوں کی سراسیمگی کے تذکرہ پر فرمایا کوئی تدبیر بدون نظم کے مفید نہیں ہوتی،  
 پس نظم کا اہتمام کرنا چاہئے۔

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

## مدح صحابہ رضی اللہ عنہم کی شرعی حیثیت

تحریک مدح صحابہ رضی اللہ عنہم کی حمایت

حامداً ومصلیاً ومسلماً

حضرت خاتم النبیین سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دوستوں اور آپ کے اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تعریفیں قرآن مجید میں متعدد مقامات پر بہت سی آیتوں میں ذکر کی گئی ہیں، حتیٰ کہ بعض جگہ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ان کی پیدائش سے پہلی کتابوں میں (توریت و انجیل میں) ان کی ثناء اور صفت ذکر کی گئی تھی۔

سورۃ الحشر میں مہاجرین اور انصار رضی اللہ عنہم اجمعین کے بعض خصائل حمیدہ پر روشنی ڈالنے کے بعد ان لوگوں کا ذکر فرمایا گیا ہے جو کہ ان کے بعد آئے یا آئیں گے (تابعین اور ان کے بعد والے لوگ) ان کی توصیف اور تعریف میں ان کا یہ قول بھی ذکر فرمایا گیا ہے کہ وہ کہتے ہیں: ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انک رؤوف رحیم۔

(ترجمہ) اے ہمارے پروردگار! ہماری اور ہمارے ان بھائیوں کی جو کہ ہم سے پہلے ایمان لائے تھے مہاجرین اور انصار (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) ان کی مغفرت فرما اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے متعلق کسی قسم کا کوئی کینہ نہ کر، اے پروردگار! تو بہت محبت اور مہربانی کرنے والا ہے۔

ظاہر ہے کہ جب یہ قولی صفت بطور ثناء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد قیامت تک کے آنے والوں کیلئے ذکر کی گئی ہے اور اس انداز سے کہ اس سے نہ صرف اس قسم کی پسندیدگی ہی معلوم ہوتی ہے بلکہ اس کا حکم بھی مکانی، زمانی، انفرادی اور اجتماعی قیود وغیرہ سے

بالا تر ہو کر ٹپکتا ہے تو بعد کے آنے والے مسلمانوں پر اس قول کا کہنا پبلک مقامات، عام مناسب مقامات پر بھی شرعاً مطلوب ہوگا۔ احادیث صحیحہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ثناء و صفت، ان سے محبت رکھنے کی تاکید، ان کی شان میں گستاخی کی مذمت، ان کی تابعداری کرنے کا حکم، ان کا ذکر بالخیر کرنے کا ارشاد وغیرہ نہایت کثرت سے مذکور ہے۔

اسی بناء پر مسلمانوں کے اجتماعات عامہ، عیدین، حج، جمعہ وغیرہ میں لیکچر دیتے ہوئے، خطبہ پڑھتے ہوئے صحابہ کرام خصوصاً خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی ثناء و صفت کرنی نہ صرف مستحب قرار دی گئی (دیکھو در مختار، شامی، عالمگیری وغیرہ) بلکہ حسب تصریح امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز (مکتوبات امام ربانی ج ۲ ص ۱۵) اس کو شعار اہل سنت والجماعت بھی قرار دیا گیا ہے۔ فرماتے ہیں:

وجوب مدح صحابہ ﷺ اور اعلان کی پہلی وجہ

ذکر خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین اگرچہ از شرائط خطبہ نیست لیکن از شعار اہل سنت است (شکر اللہ تعالیٰ سعیہم) ترک نہ کند بعمد و تہمد آں را مگر کسے کہ دلش مریض و باطلش خبیث، اگر فرض کنم کہ بتعصب و عناد ترک نہ کردہ باشد و عید: من تشبہ بقوم فہو منہم را چہ جواب خواہد گفت، ایں قسم گل بد بو از ابتدائے اسلام تا ایں وقت معلوم نیست کہ در ہندوستان شگفتہ باشد، نزدیک است کہ ازیں معاملہ تمام شہر متہم گردد بلکہ از ہندوستان مرفع شود، دریں طور واقعات تغافل و رزیدن مبتدعان را دلیر ساختن است و رخنہ دین کردن (انتہی مختصراً)

(ترجمہ) خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا ذکر اگرچہ خطبہ کے شرائط میں سے نہیں ہے لیکن اہل سنت کے شعار میں سے ہے، کوئی اپنے ارادے اور سرکشی سے اس کو نہیں چھوڑتا مگر وہ شخص جس کا دل بیمار ہو اور اس کا باطن خبیث ہو، اور اگر فرض کریں کہ تعصب اور عناد سے ترک نہ کیا ہو تو عید: من تشبہ بقوم فہو منہم (جس نے کسی قوم کی شباہت

اختیار کی وہ ان میں سے ہے) کا کیا جواب کہا جائے گا؟ اس قسم کا بدبودار پھول ابتدائے اسلام سے اس وقت تک ہندوستان میں کھلنا معلوم نہیں ہوتا لیکن نزدیک ہے کہ اس معاملہ سے تمام شہر متہم ہو جائے بلکہ ڈر ہے کہ ہندوستان سے یہ امر اٹھ جائے، اس قسم کے واقعات سے تغافل برتنا مبتدعین کو دلیر بنانا اور رخنہ دین میں پیدا کرنا ہے۔

اور چونکہ شعار کا اظہار اور اعلان ہر زمانے اور ہر جگہ میں ضروری ہے بنا بریں اس کا اعلان ہر جگہ ضروری ہوگا۔

مہناج السنۃ میں ہے: ان المسلمین والکفار اذا کان لہؤلاء شعار وجب اظہار شعار الاسلام فی کل زمان وفی کل مکان مسلمانوں اور کافروں کے جبکہ علیحدہ علیحدہ شعار ہوں تو مسلمانوں کے شعار کا ہر زمانہ اور ہر مکان میں ظاہر کرنا واجب ہے۔

وجوب مدح صحابہ ﷺ کی دوسری وجہ

علاوہ ازیں جس جگہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نہ صرف بدظنی پھیلائی جاتی ہو بلکہ: اشہد ان وصی رسول اللہ و خلیفۃ بلا فصل با و از بلند اذان میں کہا جاتا ہو، نیز امام باڑوں، مجلس خاصہ اور خصوصی مساجد میں ان کی طرف غلط اور جھوٹے اہانت آمیز واقعات منسوب کئے جاتے ہوں، اور عوام سنیوں کا سننا اور شریک ہونا ممکن اور غلطی میں پڑنا ہو تو سنیوں کی اصلاح اور تحفظ عقائد کیلئے ایسی مجالس کا منعقد کرنا جن میں صحابہ کرام ﷺ کے صحیح واقعات ذکر کئے جاتے ہوں اور ان کی ثناء و صفت کی جاتی ہو واجب ہے۔

وجوب مدح صحابہ ﷺ کی تیسری وجہ

بالخصوص جبکہ دوسری قومیں اور حکومت غیر مسلمہ اس کو جرم قرار دینے لگے اس وقت اس کا وجوب اور بھی زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ انہیں امور کی بناء پر لکھنؤ میں مدح صحابہ ﷺ کا سلسلہ چلا آتا ہے مگر اہل شیعہ نے حکام وقت پر اثر ڈال کر اس میں رکاوٹیں پیدا کیں اور ۱۹۰۸ء سے اس میں تشددات ہوئے اور بار بار اس بارے میں گرفتاریاں کی گئیں، مدح

صحابہ کرام ﷺ اور اس کے جلسے اور جلوس سنیوں کا انسانی اور شہری اور اجتماعی حق ہے۔

دنیا کا مسلمہ اصول یہ ہے کہ ہر قوم اپنے مقتدایان دین اور اکابر ملت کے کارناموں، ان کی تعلیمات اور ان کے واقعات زندگی سے متاثر ہوتی ہے، مسلمانوں کیلئے حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالخصوص حضرات خلفاء راشدین کے کارنامے، ان کی تعلیمات، ان کے حالات زندگی سرچشمہ ہدایت ہیں اور نہ صرف مسلمانوں کیلئے بلکہ تمام انسانی دنیا کیلئے ان کے کارناموں کی کھلی ہوئی صاف اور ستھری روشنی موجود ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ۱۷ جولائی ۱۹۳۷ء کے اخبار ہریجن میں گاندھی جی نے کانگریس وزراء کو زوردار الفاظ میں ہدایت کی تھی کہ وہ اپنا طرز عمل حضرات شیخین حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما جیسا بنائیں، یورپین مؤرخین اس کی خصوصی طور سے ہدایت کرتے ہیں اور اسی بناء پر سیرت فاروقی رضی اللہ عنہ کو فرانس کی یونیورسٹیوں وغیرہ میں داخل نصاب کر دیا گیا ہے۔

نہایت ضروری ہے کہ مسلمانوں کا بچہ بچہ ان کارناموں اور اخلاق و اعمال سے واقف ہو اور چونکہ مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ دنیا میں اسلام کی اشاعت کریں اس لئے ان پر اور بھی لازم ہے کہ ساری نوع انسانی کو ان باتوں سے واقف کریں اور ہر ہستی میں عام جلسوں اور جلوسوں وغیرہ سے مسلمانوں اور غیر مسلموں کو بتائیں کہ ان بزرگوں نے دنیا میں کیا کارنامے بطور یادگار چھوڑے ہیں۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت سے کس طرح متاثر ہوئے اور اہل عالم کو مذہب، اخلاق، تمدن، معاشرت، اقتصادیات، سیاسیات وغیرہ تمام شعبہ ہائے زندگی و آخرت کے کیسے کیسے عمدہ اور مفید اسباق سکھائے۔

ہندوستان کے کروڑوں مسلمان اور غیر مسلم جاہل محض ہیں نہ کتابیں پڑھ سکتے ہیں نہ اخبارات، ان بے پڑھے لوگوں کو مقدس ہستیوں کی زندگی کے پاکیزہ حالات، ان



کے بلند مرتبہ خیالات اور ان کے مہتمم بالشان کارناموں سے روشناس کرانے کا سوائے اس کے کیا ذریعہ ہے کہ بار بار عام جلسوں اور جلوسوں میں ان کا ذکر خیر کیا جائے اور ان کے نام نامی سے ہر کہ و مہ کو مانوس بنایا جائے، بالخصوص ایسی جگہوں میں جہاں کہ غلط فہمیاں قصداً پھیلائی جاتی ہیں، یہی مقصد سیرت کے جلسوں اور جلوسوں کا ہے۔

ہندوستان جیسے ملک میں تبرات قانونی اور اجتماعی اور اخلاقی جرم ہے اور مدح صحابہ ﷺ اخلاقی، ذاتی اور اجتماعی فریضہ ہے ہندوستان جو کہ مختلف اقوام اور مختلف مذاہب کا گہوارہ ہے بجز اس کے باامن و باعافیت نہیں رہ سکتا کہ اس میں بین الاقوامی قوانین رائج کئے جائیں اور ایسی چیزوں سے روکا جائے جو بین الاقوامی رواداری اور میل ملاپ کے منافی ہوں، کسی شخص یا جماعت کا دوسرے شخص یا جماعت کے پیشواؤں کو برا کہنا، ان کی تذلیل و توہین کرنا علاوہ اخلاقی جرم کے یقیناً بین الاقوامی رواداری اور اتحاد کو فنا کے گھاٹ اتارنے والا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ تعزیرات ہند دفعہ ۲۹۸ کے ماتحت ہمیشہ سے تبرات ہندوستان میں ممنوع رہا ہے، اور اسی وجہ سے موجودہ حکومت ایران نے اس کو شدید ترین جرم قرار دیا ہے۔

اسی طرح بین الاقوامی رواداری کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ ہر شخص اور ہر جماعت کو مکمل آزادی ہو کہ وہ جائز طور پر اپنے پیشواؤں کی ثناء و صفت کر سکے، ان کی قابل اقتداء زندگی کو دنیا میں دکھلا سکے، یہی وجہ ہے کہ ہندوستان میں سناتن دھرم، آریہ سماج، برہموسماج، جینی، عیسائی، یہودی، شیعہ وغیرہ سب کے سب اپنے پیشواؤں کے جلوس نکالتے اور جلسے وغیرہ کرتے رہتے ہیں، کسی جگہ اور کسی زمانہ میں ان کو رکاوٹ نہیں ہے، کسی شخص کا اس کے خلاف یہ قول نہیں سنا جاتا کہ ہم کو ان کے مذاہب کے پیشواؤں کے جلوس یا جلسہ سے دل آزاری ہوتی ہے اس لئے اس کو بالکل بند کر دینا، حالانکہ ایک موحد مسلمان کو مورتوں اور شرک و کفر کے مظاہروں سے جس قدر تکلیف اور دل آزاری ہوتی ہے وہ

بے حد اور بے قیاس ہے مگر اس کو یہ کہہ کر روک دیا جاتا ہے کہ اس مجمع المذاہب ہندوستان میں اگر بسنا ہے تو اس کو سہنا پڑے گا۔

ہر صاحب مذہب کو اپنے ضمیر اور مذہب کی آزادی ہے اور اپنے پیشواؤں کا ذکر کرنے اور تعریف کرنے کا حق ہے، اگر تم ان کے حق میں مداخلت کرو گے تو تم امن و امان میں خلل انداز ہو گے اور اس لئے تم قانونی شکنجہ کے شکار بنائے جاؤ گے، حقوق کی حفاظت کرنا اور غاصبوں کی دستبرد سے بچانا گورنمنٹ کا فریضہ ہے۔

### حکومت کا طرز عمل

مگر لکھنؤ کی اندھیرنگری میں تقریباً ۳۰/۳۲ برس سے یہ حکم نافذ ہے کہ اہل سنت والجماعت (جس کی تعداد شہر میں اسی ہزار سے زیادہ ہے اور ان کے خلاف شیعوں کی آبادی صرف اٹھارہ ہزار ہے) کو اپنے پیشوایان مذہب صحابہ کرام، خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی مدح و ثناء کی اجازت نہیں ہے، بار بار اس پر قید و بند اور جرمانہ و تکلیف کی نوبت آ چکی ہے، حکومت نے اگرچہ ۳۰ مارچ ۱۹۳۸ء کے اعلان میں یہ الفاظ شائع کر دیئے تھے ”گورنمنٹ واضح کر دینا چاہتی ہے کہ پہلے تین خلفاء کی مدح پڑھنا خواہ عام مقام پر ہو خواہ کسی شخصی مقام پر زیر بحث نہیں، یہ حق سنیوں کو بلا شک حاصل ہے۔“

مگر افسوس ہے کہ آج تک باوجودیکہ ایک سال گزر چکا ہے یہ مقالہ مثل سابق گورنمنٹوں کے مقالے کے اور ۱۸۵۸ء کے اعلانات و کٹوریہ اور ۱۹۱۴ء کے لائڈ جارج کے وعدوں ہی کی طرح ثابت ہوئے، یہی نہیں ہوا کہ اس پر عمل نہیں کیا گیا بلکہ نیم پبلک مقامات، چوراہوں اور مساجد وغیرہ میں بھی مدح صحابہ ﷺ سے روکا گیا اور سنیوں کو سزائیں دی گئیں، بہت زیادہ مطالبہ پر ۱۱ نومبر ۱۹۱۸ء کو بمشکل خصوصی مقامات پر یا خصوصی حالات میں مدح صحابہ ﷺ کے جلسے کی اگرچہ اجازت دی گئی مگر پبلک مقامات پر جلسہ مدح صحابہ ﷺ کو اس نام سے ممنوع ہی قرار دیا گیا اور جلوس کی تو کسی صورت میں بھی

اجازت نہیں دی گئی۔ ظاہر ہے کہ اہل سنت والجماعت کیلئے اس سے بڑھ کر تذلیل و توہین اور حق تلفی کا کیا مظاہرہ ہو سکتا ہے اس سرزمین میں دوسری قومیں اور تمام مذاہب تو اپنے اپنے مذہبی اور شہری جلسوں اور جلوسوں سے بلا قید و وقت و مکان نفع اٹھائیں اور سنیوں کو امن کے بہانہ سے روکا اور گرفتار کیا جائے۔

بوالعجبی یہ ہے کہ صاحب حق تو امن و امان کا ذمہ دار قرار دیا جاتا ہے اور غیر صاحب حق، معتدی، حق چھیننے والا اور غصب کرنے والا امن توڑنے کا ذمہ دار قرار نہیں دیا جاتا، صاحب مال کی سرزنش کی جائے اور ڈاکو اور چور کی ہمت افزائی کی جائے، کیا اس کی مثال بجز برطانوی حکومت کے کہیں دنیا میں پائی جاتی ہے؟

بہر حال اب ہم تمام اہل سنت والجماعت کو لازم ہے کہ اپنے اس مذہبی، انسانی، اخلاقی، شہری حق حاصل کرنے کیلئے پورے تیقظ کو کام میں لائیں اور مردانہ وار ہر قسم کی جائز سعی کو میدان عمل میں پیش کر دیں، اسی سلسلہ میں چار پانچ مرتبہ قانون شکنی اور گرفتاریوں کی نوبتیں آچکی ہیں مگر اصل مقصد کے اعتبار سے وہ بالکل ہی بے فائدہ ثابت ہوئیں، بنا بریں اس مرتبہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اس میدان میں اپنی زندگی اور ثوابت قدمی کا ثبوت پیش کریں اور یہ دکھلا دیں کہ مسلمان اپنے مذہبی امور میں حتی الوسع ذرہ بھر بھی مداخلت گوارا نہیں کریں گے اور نہ کر سکتے ہیں۔

آج ۳۱ مارچ ۱۹۳۹ء مطابق ۹ صفر کو مسلمانوں کو چاہئے کہ بعد نماز جمعہ جلسہ کریں اور اس میں گورنمنٹ کے اس فعل پر کہ اس نے مسلمانوں کے مذہبی، انسانی، شہری حق مدح صحابہ ﷺ میں ناجائز مداخلت کر کے ان کے صحیح جذبات کو ناقابل برداشت ٹھیس لگائی ہے جس کی وجہ سے ہزاروں مسلمان پروانہ وارجیل کی کوٹھڑیوں میں بند ہو چکے ہیں صدائے احتجاج بلند کریں، اور مطالبہ کریں کہ جلد از جلد مدح صحابہ ﷺ کے جلسوں اور جلوسوں پر سے ہر قسم کی پابندیاں اٹھالے اور جس طرح دوسری اقوام اور مذاہب کیلئے آزادی ہے کہ

وہ اپنے پیشواؤں کے جلسے اور جلوس پبلک مقامات پر عمل میں لاسکتے ہیں اسی طرح سنیوں کا بھی عمل حق تسلیم کر لے اور جاری کرادے اور اگر کوئی شخص یا قوم سنیوں کو اس حق پر عمل کرنے سے روکے تو اس کو قرار واقعی سزا دے اور ان مجاہدین ملت کو مبارک باد دیں جنہوں نے ملت اور مذہب اور حق قومی کیلئے اپنے آرام و راحت کو تجتے ہوئے قانون شکنی اور رسول نافرمانی اختیار فرمائی ہے اور اسی طرح ان کے اعزہ اور اقارب کو بھی اس کی مبارک باد پیش کریں۔

نیز اس سلسلہ میں جس قدر بھی امداد مالی یا بدنی ممکن ہو مجلس تحفظ ناموس صحابہ ﷺ پٹنالہ لکھنؤ اور مجلس احرار اسلام امین آباد لکھنؤ کو پہنچائیں، ریزولیشن کی نقلیں اخباروں میں بھی جائیں اور ایک ایک نقل گاندھی جی (وشیوگاؤں ضلع واردھا) پنڈت جواہر لال نہرو (انند بھون الہ آباد) بابو سبھاش چندر بوس کلکتہ اور وزیراعظم یو پی لکھنؤ و مولانا ابوالکلام آزاد (نمبر ۱۹ بابلی گنج سرکلر روڈ کلکتہ) کو بذریعہ ڈاک بھیجی جائیں، کسی کو تار ہرگز نہ دیں، اس تاریخ کو ہر جگہ زیادہ سے زیادہ سول نافرمانی کیلئے رضا کار بھرتی کئے جائیں۔

۲۸ محرم الحرام ۱۳۵۸ھ (مکتوبات شیخ الاسلام ج ۳ ص ۱۷۷)

(بحوالہ: معارف مدنی، مؤلفہ فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ)

فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ

## نفاذ شریعت بل

اسمبلی کی ذمہ داری اور علماء کا کردار

بعد الحمد والصلوة: وزیراعظم پاکستان جناب محمد نواز شریف کا ۲۸ اگست ۱۹۹۸ء کو قومی اسمبلی میں یہ اعلان کہ ”قرآن و سنت ملک کا سپریم لاء ہوگا“ مسلمانوں کی دلی آرزوؤں اور تائیس پاکستان کے مقصد کے عین مطابق ہے وزیراعظم کا موجودہ ماحول میں یہ اعلان یقیناً ان کی جرأت مندی کا ثبوت اور مبارک بادی کا مستحق ہے ہم اس اعلان پر وزیراعظم اور صدر پاکستان جناب محمد رفیق تارڑ کی خدمت میں مبارک باد پیش کرتے ہیں اور صدق دل سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ارباب بست و کشاد کو ہمت و توفیق عطا فرمائیں کہ وہ اعلان کے تقاضوں کو پورا کریں اور پاکستان میں جلد از جلد قرآن و سنت کے مطابق قوانین کا نفاذ کر کے صحیح معنی میں پاکستان کو اسلامی حکومت بنانے کا شرف بھی حاصل کریں جیسا کہ انہوں نے ایٹمی دھماکہ کرنے کا اعزاز حاصل کیا ہے، اللہ تعالیٰ ہمت اور توفیق عطا فرمائیں اور غیبی مدد و نصرت سے نوازیں آمین۔

۲۷ رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ بمطابق ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دنیا کے نقشہ پر سب سے بڑی اسلامی سلطنت وجود میں آئی۔ تقسیم ملک کے بعد ہندوستان خصوصاً پنجاب کے رہنے والے مسلمان سکھوں اور ہندوؤں کی بربریت اور وحشیانہ مظالم کا جس قدر شکار ہوئے وہ تاریخ پاکستان کا ایک نہایت المناک اور خونیں باب ہے جو تاریخ کے صفحات کو رنگین کئے ہوئے ہے۔ اس خدا و مملکت پاکستان کی خاطر لاکھوں مسلمان ترک وطن اور ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے اور انہوں نے اس کیلئے جان، مال اور عزت و ناموس غرضیکہ ہر طرح کی قربانیاں دیں اور ہزاروں خاندانوں کی بربادیاں

برداشت کیں۔

پاکستان کے وجود کا مقصد یہ تھا کہ قرآن و سنت کی اساس پر مبنی اس کا نظام اور قانون اسلامی ہو اور اس مملکت خداداد کے کروڑوں مسلمان اسلامی نظام کی برکات اور اس کے ثمرات سے بہرہ ور ہوں، اسی لئے علماء اور مشائخ کے طبقہ نے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا اس سلسلہ میں سب سے پہلے عملی جدوجہد کا آغاز اس وقت ہوا جب شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنے رفقاء کار علماء کرام کے مشورہ سے ”قرارداد مقاصد“ کا مسودہ تیار کیا اور اس قرارداد کو وزیراعظم لیاقت علی خان مرحوم کے ذریعہ ۹ مارچ ۱۹۴۹ء کو دستور ساز اسمبلی میں پیش کیا اور ۱۲ مارچ کو اس کی منظوری دے دی گئی اس موقع پر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے بحیثیت رکن دستور ساز اسمبلی میں ولولہ انگیز تقریر کی جو ”روشنی کا مینار“ کے نام سے طبع ہوئی، پھر ۱۳ مارچ ۱۹۴۹ء کو ایک بورڈ آف ”تعلیمات اسلامی“ کی تجویز پیش کی اور باب حل و عقد نے اس کی منظوری دے دی۔

علامہ سید سلیمان ندویؒ کی صدارت میں اس بورڈ نے ۱۹ اگست ۱۹۴۹ء سے اپریل ۱۹۵۴ء تک دستور پاکستان کیلئے سفارشات مرتب کیں اس کے اراکین میں سید سلیمان ندویؒ صاحب کے علاوہ مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ، ڈاکٹر حمید اللہ، پروفیسر عبدالحق صاحب سابق مشرقی پاکستان، ظفر احمد انصاری بھی شامل تھے۔ اس بورڈ کا تعلق دستور کی حد تک تھا موجودہ قوانین سے اس کا تعلق نہ تھا ۱۹۵۰ء کے آخر میں علامہ سید سلیمان ندویؒ کی تجویز پر مروجہ قوانین کو اسلامی سانچہ میں ڈھالنے کیلئے ایک لاء کمیشن بھی مقرر کیا گیا، جسٹس رشید، جسٹس میمن بحیثیت ماہر قانون اور سید سلیمان ندویؒ، مفتی محمد شفیع ماہر احکام اسلامی کی حیثیت سے دو سال تک اس میں کام کرتے رہے مگر اس وقت کے ارباب بست و کشاد کی طبع نازک پر اسلامی بورڈ کی سفارشات گراں گزریں ان کو سر بستہ راز بنا کر رکھ دیا گیا اور شائع کرنے کی اجازت نہیں دی گئی نہ اس پر عمل کیا گیا۔ پھر ۱۹۵۱ء میں مولانا احتشام الحق

تھانوی مرحوم کی مساعی سے کراچی میں مختلف مکاتب فکر کے ۳۱ علماء کرام کا نمائندہ اجتماع ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴ جنوری کو منعقد ہو کر متفقہ طور پر اسلامی مملکت کے ۲۲ راہنما اصول مرتب کر کے حکومت کو دیئے اور بلاشبہ مختلف مکاتب فکر کے اتحاد و اتفاق کی بے مثال یادگار قائم کر دی۔

اسلامی نظام کے نفاذ کے سلسلہ میں عوامی سطح پر ہمیشہ اشکالات ہوتے رہتے ہیں شروع ہی سے ایک طبقہ اسلامی نظام کے بجائے ”سیکولرزم“ کے نفاذ کے بارہ میں کوشاں رہے اور اب بھی اس کی یہی کوشش ہے اور اس طبقہ کی اکثریت ایسے عناصر پر مشتمل ہے جو قیام پاکستان اور تقسیم ملک کا مخالف تھا علماء نے ہمیشہ ان اشکالات کے تسلی بخش جوابات دیئے ہیں اور اسلامی نظام کے سیاسی، معاشی اور اقتصادی فوائد سے آگاہ کیا اب بھی علماء کرام نفاذ شریعت کی ہر رکاوٹ کو دور کرنے میں مصروف ہیں۔ آخر کار عام مسلمانوں اور علماء کی دیرینہ کوششیں کسی حد تک بار آور ہوئیں اور ۲۱/اپریل ۱۹۷۳ء کو ایک ایسے آئین کا اعلان کیا گیا جس کی دفعہ ۲۲ میں اس بات کی ضمانت دی گئی ہے کہ ملک میں جو بھی قانون سازی ہوگی وہ قرآن و سنت کے مطابق ہوگی اور قرآن و سنت کے متصادم کوئی قانون منظور نہیں کیا جائے گا۔

اس آئین کی دفعہ نمبر ۱ میں ملک کا نام ”اسلامی جمہوریہ پاکستان“ قرار دیا گیا ہے اس آئین میں یہ بات بھی قابل اطمینان ہے کہ اس کے دفعہ نمبر ۲ میں کہا گیا ہے کہ اسلام پاکستان کا سرکاری مذہب ہوگا۔ لیکن جب تک ملک کے تمام قوانین کو آئین کے دفعہ ۲۲۸ کے تقاضہ کے مطابق اسلامی نہ بنایا جائیگا اور ملک میں غیر اسلامی قوانین نافذ کرنے کی کھلی چھٹی حاصل رہے گی تو ظاہر ہے کہ اس وقت تک یہ الفاظ بے معنی ہی رہیں گے۔

اس دفعہ ۲۲۸ میں ایک اسلامی کونسل قائم کرنے کو کہا گیا ہے جس کے فرائض میں ایسی سفارشات پیش کرنی ہیں جس پر عمل کر کے موجودہ قوانین کو بتدریج اسلامی قوانین میں

ڈھالا جاسکے۔ اس اسلامی کونسل میں سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ کے دو ججوں کے ساتھ کم از کم چار ایسے افراد ہوں گے جو کم از کم پندرہ سال تک اسلامی ریسرچ کرتے رہے ہوں گے یا اس کا درس دیتے رہے ہوں گے۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ ۲۵ سال کا عرصہ گزر جانے کے بعد باوجود اس آئین کے مذکورہ دفعات کے تقاضہ کے مطابق ملک میں اسلامی قوانین کا نفاذ نہ ہو سکا اور مسلمانوں کی یہ آرزو پوری نہ ہو سکی زیادہ تر اس کی وجہ یہ تھی کہ اب تک جو ادارے حکومت کی طرف سے قائم ہوتے رہے ہیں ان کے ارکان کے انتخابات میں عام طور پر سہل انگاری سے کام لیا جاتا رہا ہے اور اس مقصد کیلئے ایسے افراد منتخب کئے جاتے رہے ہیں جو نہ قرآن و سنت کو ہی کما حقہ سمجھتے تھے اور نہ ہی اسلامی شریعت کے مزاج سے واقف تھے اسلامی علوم میں ان کا علم صرف سرسری مطالعہ کی حد تک محدود تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن و سنت سے ناواقف اور مزاج ناشناس لوگوں نے اجتہاد کے نام پر مغربی افکار سے مرعوب ہو کر اسلام میں تحریف کا دروازہ کھول دیا۔ یہ کام ایسے افراد ہی ٹھیک طریقہ سے انجام دے سکتے ہیں جو ایک طرف تو تعلیمات اسلام سے پوری طرح واقف ہوں اور اسلام کے مزاج شناس ہوں دوسری طرف وہ عصر حاضر کے مسائل کو بھی صحیح طور پر سمجھتے ہوں اور اس دور میں مسلمانوں کو جو عملی مشکلات پیش آ سکتی ہیں سلامت فکر اور دینی بصیرت کے ساتھ ان کا اسلام کے مطابق صحیح حل دریافت کر سکتے ہوں یہ نہ ہو کہ اسلام کے مطابق کرنے کے بجائے اسلام کو بھی اپنی منشاء اور تقاضائے وقت کے مطابق کرنے لگیں کیونکہ اصل معیار قرآن و سنت ہے نہ کہ اپنی خواہشات اور تقاضائے وقت۔

موجودہ دور میں اسلامی قانون کی تدوین اور اسکی تشریح و تعبیر ایک انتہائی نازک کام ہے اور یہ صرف ایسے اہل علم افراد ہی ٹھیک ٹھیک انجام دے سکتے ہیں جو ایک طرف تو تعلیمات اسلام سے پوری طرح واقف ہوں اور انہوں نے اپنی عمر کا کافی حصہ تعلیمات اسلام کی واقفیت حاصل کرنے میں لگایا ہو دوسری طرف وہ عصر حاضر کے مسائل کو بھی



کما حقہ سمجھتے ہوں۔

اسلامی قانون کی تدوین کے سلسلے میں سب سے زیادہ آئینی ذمہ داری اسلامی نظریاتی کونسل پر عائد ہوتی ہے اس کے فرائض میں داخل ہے کہ وہ ایسی سفارشات پیش کرے جن پر عمل کر کے موجودہ قوانین کو بتدریج اسلامی انداز میں ڈھالا جاسکے (دفعہ ۲۳۰ آئین ۱۹۷۳ء) اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ ہماری اسمبلی ان سفارشات سے راہنمائی حاصل کر کے مروجہ تمام قوانین کو اسلامی طرز پر ڈھالنے کا فرض انجام دے کر خدا تعالیٰ اور مسلمانوں کے سامنے سرخروئی حاصل کریں۔

### دستور اسلامی کے سلسلہ میں علماء کی ایک ملاقات

دستور اسلامی کے سلسلہ میں خواجہ ناظم الدین سابق وزیر اعظم پاکستان کی طرف سے اکابر علماء کو دعوت نامے جاری کئے گئے تھے ۱۹ نومبر ۱۹۵۶ء کو دس علماء کرام کراچی پہنچے جن میں مولانا ظفر احمد عثمانی، مولانا محمد ادریس کاندھلوی مولانا احتشام الحق تھانوی کے علاوہ مولانا مفتی محمد حسن، بھی شریک تھے پرائم مسٹر ہاؤس میں گفتگو ۹ بجے رات سے ۲ بجے تک جاری رہی خواجہ ناظم الدین کے علاوہ اسپیکر اسمبلی مولوی تمیز الدین، سردار عبدالرب نشتر اور دوسرے مرکزی وزراء اور سیکرٹری اس گفتگو میں شریک رہے، دستور اسلامی کے نفاذ کے سلسلہ میں اشکالات اور خدشات کے تسلی بخش جوابات علماء کی جماعت کی طرف سے دئے گئے آخر خواجہ ناظم الدین نے علماء کو یقین دلایا کہ علماء اور عوام کی خواہش کے مطابق آئین بنایا جائے گا اس کے بعد ۲۲ دسمبر ۱۹۵۶ء کو جو دستوری خاکہ اسمبلی میں پیش ہوا وہ کافی حد تک اسلامی تھا اور ملک کا نام بھی ”اسلامی جمہوریہ پاکستان“ تجویز کیا گیا تھا۔

۱۹۵۶ء میں آئین پاس ہوا اسے ناکام بنانے کیلئے سازش ہوئی گورنر جنرل کے ذریعہ دستوریہ توڑ دی گئی ۱۹۵۸ء میں مارشل لاء لگا دیا گیا، دستوری تصورات بھی رخصت ہی ہو گئے اور نفاذ اسلام کیلئے علماء کا فیصلہ کن کردار دستوری شکل اختیار نہ کر سکا اور اس سلسلہ

کی علماء کی تمام محنتوں اور کوششوں پر پانی پھیر دیا گیا۔ جنرل ضیاء الحق مرحوم نے دستوری اور قانونی طور پر بہت کچھ کیا مگر ان پر نظام اسلام کے مخالف طبقہ کا یہی اعتراض رہا کہ ان کے پیچھے ووٹ کی نہیں ”مارشل لاء“ کی طاقت ہے نہ معلوم یہ کونسا اسلامی قانون تھا کہ مارشل لاء کے تحت بننے والے اسلامی قانون دستور کا حصہ بننے اور عمل کے قابل نہیں جبکہ نظریہ ضرورت کے تحت مملکت کے تمام قوانین قابل عمل تھے۔

پاکستان کی اعلیٰ عدالتوں نے بھی نفاذ اسلامی کی اس ذمہ داری کو قبول کرنے سے گریز جاری رکھا جس کی اسلام پسندان سے توقع رکھتے تھے ”قرارداد مقاصد“ کو دستور کا حصہ اگرچہ سپریم کورٹ کے ایک فیصلہ کی روشنی میں ہی بنایا گیا تھا لیکن بعد میں سپریم کورٹ نے اسے دستور کی محض ایک شق قرار دے کر اس کے اثرات کو محدود کر دیا۔

### شرعی سزائیں

صدر ضیاء الحق مرحوم کے زمانہ میں پہلی بار ملک میں حدود شرعیہ کو بطور قانون نافذ کیا گیا تمام ممالک اسلامیہ میں سعودی عرب کے بعد یہ امتیاز غالباً صرف پاکستان کو ہی حاصل ہے کہ اس میں حدود شرعیہ کے نفاذ کا قانون موجود ہے جو صدر مرحوم کا بڑا ہی قابل فخر اور جرأت مندانہ اقدام تھا اس پر عمل نہ ہونے کی بڑی وجہ تفتیش جرائم اور عدالتی طریق کار میں شرعی تبدیلی کا نہ ہونا ہے۔

جس فضا میں مخالف اسلام قوتوں نے حدود شرعیہ کے خلاف پروپیگنڈا کر کے آسمان سر پر اٹھا رکھا تھا وہاں صدر مرحوم نے پروپیگنڈا کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور بالآخر قوانین حدود نافذ کر کے اس بحث ہی کو ختم کر دیا کہ اس دور میں حدود شرعیہ واجب العمل نہیں ہیں۔ اس وقت بھی ضروری ہے کہ وزیراعظم پاکستان مغربی تہذیب کے دلدادہ مخالف پروپیگنڈا کا قطعاً اثر قبول نہ کریں اور ہمت سے کام لے کر مکمل طور پر نظام اسلام کو عملاً نافذ کر دیں۔

## شرعی سزاؤں کا فائدہ

شریعت نے جو سزائیں جرائم کی مقرر کی ہیں، چوری، زنا، زنا کی تہمت، شراب نوشی یا اسی طرح کی اور سزائیں جو قرآن وحدیث سے ثابت ہیں بڑی سخت سزائیں ہیں۔ آج کل کے پڑھے لکھے نئی تہذیب کے رنگ میں رنگے ہوئے نعوذ باللہ اس کو وحشیانہ بھی بتلاتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ مجرم کو جب تک سخت سزا نہ ملے اس وقت تک وہ گناہ کرنے سے نہیں بچ سکتا اور عبرت حاصل نہیں ہو سکتی اگر سزا ہلکی ہو تو پھر وہ سزا ہی کیا ہوئی اس سے گناہ سے بچانے کا مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔

علامہ ابن القیم نے فرمایا کہ جس ملک میں یہ شرعی سزائیں جاری ہیں وہاں یہ جرائم بند ہو جاتے ہیں اور جہاں سستی ہو وہاں بڑھ جاتے ہیں، غرض جتنی سخت سزائیں ہوں گی اتنے ہی جرائم کم ہوں گے۔

## شرعی سزائیں رحمت ہیں اور آسمانی سزاؤں کا کفارہ ہیں

ایک تو ان سزاؤں سے جرائم رک جائیں گے دوسرے یہ کہ تقدیری سزائیں یعنی دردناک عذاب سے اللہ پاک نجات دلائیں گے، یہ تو سزائیں رحمت ہیں کہ آخرت کے عذاب سے وہاں اللہ پاک تمہارا انتظار نہیں کرتے بلکہ وہ خود اس کو سزا دیتے ہیں اور اللہ کی ہر چیز عظیم ہے ان کی سزا بھی عظیم ہے اس لئے وہ بھی اور ہر خاص و عام اس سزا میں شریک ہو جائیں گے اور پھر آخرت کی سزا نہ معلوم کیسی ہو؟ اللہ پاک محفوظ رکھیں ان آسمانی سزاؤں میں ایک سخت مصیبت یہ ہے کہ اس مجرم پر ہی نہیں بلکہ ساری بستی پر آتی ہے اور ظاہر ہے کہ عذاب بھی سخت ہوگا (ماخوذ از مجالس مفتی اعظم رحمہ اللہ)

اب حالات یہ ہیں کہ جنرل ضیاء الحق کی مقرر کردہ وفاقی شرعی عدالت ملکی قوانین کا اسلام کی روشنی میں جائزہ لے رہی ہے بلکہ لے چکی ہے عائلی قوانین کو بھی دستوری تحفظ حاصل نہیں رہا سپریم کورٹ کے شرعی بنچ کے ایک فیصلہ کے تحت انہیں چیلنج کیا جاسکتا ہے

البتہ معاشی ڈھانچے کی ترتیب بلاسو نہیں ہو پائی (نوائے وقت ۸ ستمبر ۱۹۹۸ء)  
 اسلامی نظریاتی کونسل کے سابق چیئرمین کی رپورٹ کے مطابق اس کونسل کا کام  
 بھی قریب قریب پایہ تکمیل تک پہنچ چکا ہے اسمبلی کو سپریم کورٹ کے شرعی بیج کے فیصلوں  
 کے ساتھ اس سے استفادہ کرنے کی بھی ضرورت ہے۔

ہماری تمام ارکان اسمبلی سے پرزور گزارش ہے کہ وہ اپنی آئینی ذمہ داری کے ادا  
 کرنے میں ہر ممکن سعی اور کوشش سے کام لیں جو آئین کی دفعہ ۲۲ کی رو سے ان پر عائد  
 ہوتی ہے جس میں یہ ضمانت دی گئی ہے کہ ملک میں جو بھی قانون سازی ہوگی وہ قرآن  
 و سنت کے مطابق ہوگی اور قرآن و سنت کے متصادم کوئی قانون منظور نہیں کیا جائے گا۔  
 اسمبلی سے ہمارا مطالبہ ہے کہ وہ جلد سے جلد اس دفعہ کے تقاضہ کے مطابق ملک  
 میں اسلامی قوانین کو نافذ کرے اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ

## تبلیغی جماعت پر اعتراضات کے جوابات

تبلیغی جماعت سے متعلق عوام و خواص کی طرف سے بے شمار سوالات اٹھتے ہیں، اور ان کے جواب میں عموماً افراط و تفریط پیدا ہو جاتی ہے، لیکن حضرت فقیہ العصر رحمہ اللہ ہمارے اُن اکابر علماء کرام و مفتیان عظام میں شمار ہوتے تھے جو صرف زمانے اور معاشرے کے حالات سے متاثر ہو کر کسی چیز پر شرعی حکم نہیں لگاتے بلکہ بیک وقت دونوں طرف نظر رکھتے ہیں اور ان حالات میں تزکیہ نفس ہو جانے کی وجہ سے نفسانی اور شیطانی خواہشات اور آمیزش سے بھی بفضلہ تعالیٰ محفوظ ہوتے ہیں چنانچہ حضرت فقیہ العصر رحمہ اللہ کی خدمت میں تبلیغی جماعت سے متعلق چند سوالات ارسال کئے گئے تھے۔ جن کے حضرت فقیہ العصر رحمہ اللہ نے محققانہ و معتدلانہ جوابات تحریر فرمائے تھے جو ذیل میں پیش خدمت ہیں۔ (ادارہ)

سوال:..... میں بذاتِ خود تبلیغی جماعت کا مؤید ہوں، لیکن بعض سوالات ابھرتے ہیں، جن کا آنجناب سے جواب مطلوب ہے۔

تبلیغی تحریک فرض عین ہے یا فرض کفایہ، یا واجب، سنت و مستحب وغیرہ، اگر فرض عین ہے تو جو لوگ چلہ، چار مہینے، سال وغیرہ نہیں لگاتے ان کے بارے میں تارکِ فرض عین ہونے کی وجہ سے شرعاً کیا حکم لاگو ہوگا؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب:..... حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ کی تبلیغی تحریک میں تعلیم و تعلم اور اصلاح و صلاح کے دونوں پہلوؤں کی رعایت ہے، اگر حدود شرعیہ اور شرائط و آداب کو ملحوظ رکھ کر اس میں حصہ لیا جائے تو منجملہ دوسرے طرق تبلیغ کے یہ طریقہ بھی مفید اور مستحسن ہے اور اس کے ثمرات و فوائد ظاہر و باہر ہیں لیکن تعلیم و تعلم یا اصلاح اخلاق کے لئے ہر مسلمان پر گھر سے باہر نکلنا اور سفر کرنا فرض نہیں ہے، بس اس قدر ضروری اور فرض ہے کہ دینی ضروری علم حاصل کرے اور اپنے اخلاق کی درستگی کی کوشش میں لگا رہے، اس کا

جو طریقہ بھی میسر ہو اس پر عمل کرنے سے یہ فرض ادا ہو جائے گا، فرائض کا علم حاصل کرنا فرض ہے اور واجبات کا واجب اور سنن و مستحبات کا سنت و مستحب ہوگا البتہ جس شخص کے لئے دوسرا طریقہ اپنی اپنی دینی ضروریات کے سیکھنے کا میسر نہ ہو سکے، اس کے لئے اسی طریقہ کو فرائض و واجبات کی حد تک سیکھنے کے لئے ضروری قرار دیا جائے گا اور باقی کے لئے مستحب و سنت اور ہر مسلمان پر بقدر اس کے علم کے لازم ہے کہ وہ اپنے توابع اور متعلقین اہل و عیال کو تبلیغ دین کرتا رہے اور احکام شریعت بتلاتا اور اس پر عمل کی تاکید کرتا رہے اور ہر وقت ”کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ“ کو پیش نظر رکھ کر اپنی مسئولیت کا خیال رکھے اپنے گرد و پیش اور اپنے ماحول میں بقدر استطاعت احکام دین کی تبلیغ اور اصلاح اخلاق کی سعی اور کوشش میں لگا رہے، اس مذکورہ خاص شکل کے علاوہ تبلیغ کی یہ خاص صورت نہ فرض عین ہے، اور نہ ہی فرض کفایہ، البتہ قواعد شرعیہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ ایک مستحب اور مستحسن عمل ہے، جو شخص فکرِ معاش سے فارغ ہو کر اور حقوقِ اہل و عیال کا انتظام کر کے اس پر عمل کرنا چاہے وہ ایک مستحب اور مستحسن عمل کرتا ہے، جو نہیں کرتا اس پر شرعاً کوئی مواخذہ نہیں ہے، بشرطیکہ دوسرے طریقہ سے وہ اس فرض کی ادائیگی میں ساعی اور کوشاں رہتا ہے۔

سوال:..... مقررین، خطباء و اعظمتین، بالخصوص مدرسین و مفتیانِ کرام جو ہمہ وقت دین کی خدمت میں مشغول ہیں، ان کا اپنے اپنے منصب کو چھوڑ کر جماعت کے ساتھ چلہ، چار ماہ وغیرہ لگانا کیسا ہے؟ جبکہ ان کے اس اقدام سے علاقے کے لوگوں، عوام اور بالخصوص مدارسِ عربیہ کے طلباء کا نقصان ہوتا ہو، نیز تبلیغی جماعت کے ذمہ دار شخص کا یہ کہنا کہ آج کل تبلیغ کے کام میں جس قدر رکاوٹ دینی مدارس کی طرف سے ہو رہی ہے کسی اور کی طرف سے نہیں ہو رہی، کیا علماء کا دین پڑھانا اور طلباء کا دین پڑھنا تبلیغ میں رکاوٹ ہے؟

جواب:..... اگر عوام کو نقصان نہ ہوتا ہو اور نہ طلباء کے اسباق وغیرہ میں حرج ہوتا

ہو کہ دوسرا متبادل انتظام ہو یا تعطیلات کا زمانہ ہو، اور مدرسین وغیرہ کو قواعد کے مطابق رخصت مل جاتی ہو تو جماعت میں چلہ لگانا مستحسن ہے، مگر فرض و لازم نہیں ہے، جبکہ وہ بھی تبلیغ و تعلم دین کے کام ہی میں لگے ہوئے ہیں اور نہ ہی یہ دینی تبلیغ و تعلیم کا کام اور مدارس عربیہ تبلیغ کے کام میں رکاوٹ ہیں، بلکہ ان ہی مدارس عربیہ کے فضلاء نے اس تبلیغی طریقہ کی بنا رکھی اور ہمیشہ سرپرستی فرمائی اور ہزاروں علماء اور طلباء اس میں عملاً شریک رہے اور اب بھی شریک ہوتے ہیں اور جو علماء شریک نہیں ہوتے وہ بھی اس کے استحصان بلکہ بعض صورتوں میں اس کی عملی شرکت کو فرض قرار دیتے ہیں، پھر دینی مدارس کو تبلیغ میں رکاوٹ سمجھنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ یہ خیال بالکل حقیقت کے خلاف ہے اگر کسی مدرسے والے نے کسی جزئی غلطی کی اصلاح کے لئے کہا یا لکھا تو اس کو مخالفت پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے، وہ بھی تبلیغ کا ممد و مددگار ہی ہے، وہ چاہتا ہے کہ اصول تبلیغ کے خلاف اس تبلیغ میں جو غلطی شامل ہو گئی ہے وہ اس میں نہ رہے اور اپنے صحیح اصولوں کے مطابق اہل تبلیغ کا رہنڈا رہیں۔ واللہ الموفق والمعين

سوال:..... تبلیغی جماعت کے ساتھ چلہ، چار مہینے وغیرہ لگانے کو کسی عالم دین یا شیخ طریقت کی زندگی کا میزان قرار دینا کیسا ہے؟ نیز چلہ، چار مہینے لگانے والے عامی شخص اور ضروریات دین سے ناواقف انسان کو تبلیغی جماعت کے ساتھ وقت نہ لگانے والے عالم دین پر ترجیح دینا اور اس غیر عالم ناواقف سے بیان وغیرہ کرنا کیسا ہے؟

جواب:..... کسی عالم دین یا شیخ طریقت کے علم یا بزرگی کے لئے تبلیغی چلہ کو معیار اور میزان قرار دینا تو صحیح نہیں، البتہ اگر کسی ایسے غیر عالم کو عالم پر بیان وغیرہ میں ترجیح دی جائے تو گنجائش معلوم ہوتی ہے جس کو اس طرح کے بیان کا زیادہ تجربہ ہو اور عالم کو تجربہ نہ ہو پھر بھی اس عالم کی تحقیر کا کوئی پہلو دل میں یا زبان و عمل سے ظاہر نہ ہو، کیونکہ یہ اکرام مسلم اور اکرام علم کے خلاف ہے۔

سوال:..... مشائخ طریقت جو ترویج سنت اور دین کا کام کرتے ہیں، یہ تبلیغ دین ہے یا نہیں؟ ان کی تبلیغی مساعی کے بارے میں یہ کہنا کہ ان کا کام انفرادی ہے، امت کی اجتماعی فکر نہیں، کیا حیثیت رکھتا ہے؟ نیز تبلیغی جماعت کے ساتھ نکلنے والے مشائخ طریقت کے مریدین کو یہ کہنا کہ پیر کے بتائے ہوئے وظائف کے ساتھ فلاں فلاں تسبیح بھی پڑھ، کس حیثیت کا حامل ہے؟

جواب:..... مشائخ طریقت اور علماء امت جو ترویج سنت اور اشاعت دین کے کام میں لگے ہوئے ہیں، وہ یقیناً تبلیغ دین اور اس سے بڑھ کر اصلاح و اخلاق اور تربیت و تزکیہ نفوس میں داخل ہے، ان حضرات کے نفوس قدسیہ کی برکت سے ہزار ہا اللہ کے بندے تربیت اور تعلیم کے جوہر سے آراستہ اور مزین ہوتے ہیں، یہی حضرات انبیاء علیہم السلام کے صحیح اور حقیقی جانشین اور وارث ہیں یہ کام بھی اجتماعی ہے، البتہ صورت دوسری ہے لیکن صورت مقصود نہیں ہوتی حقیقت پر نظر رکھنی چاہئے، مشائخ طریقت کی خانقاہوں اور مدارس دینیہ کے فیض یافتہ طلباء و علماء کا جم غفیر بھی بہت بڑی جماعت ہے، اور رجال سازی کا جو کام مشائخ طریقت اور علماء شریعت کے ذریعہ سے انجام پا رہا ہے، وہ کسی دوسرے طریقے سے انجام نہیں پاسکتا، ان ذرائع سے خاص جماعت تیار ہوتی ہے جس سے پھر عام جماعت تعلیم و تربیت حاصل کرتی ہے اور اس طرح امت کی اجتماعی اصلاح کا سامان فراہم ہو جاتا ہے علم صحیح اور تربیت اخلاق کے بغیر امت کی انفرادی یا اجتماعی کسی طرح کی فکر بھی بار آور و مثمر نہیں ہو سکتی، اور تربیت اخلاق اور علم کا حصول ان ہی مشائخ طریقت اور علماء شریعت کے دامن سے وابستگی پر موقوف ہے۔ تسبیحات و وظائف مشائخ کا معاملہ طبیب کے نسخہ کی تجویز کی مانند ہے، ایک وقت میں دو طبیبوں کے نسخہ پر عمل کرنا ہر عاقل کے نزدیک مفید نہیں ہو سکتا اور نہ کوئی عاقل اس کو تجویز کر سکتا ہے، اس لئے جس شخص کو اس کے مربی اور شیخ نے جو وظیفہ بتلا رکھا ہے، اس کے لئے وہ مفید ہے، اس کو اپنے شیخ کے علاوہ دوسرے شخص کی



رائے پر عمل کرنا مفید نہ ہوگا، اور نہ دوسرے شخص کو اس بارے میں اپنے رائے دینی چاہئے، جیسا کہ ایک طبیب کے علاج کے وقت دوسرے طبیب کو دخل دینا مناسب نہیں ہے، غالباً یہ اہل تبلیغ کے اصول کے بھی خلاف ہے۔ واللہ اعلم

سوال:..... مردوں کا تبلیغ میں جانا اور اپنے اہل و عیال کے نان و نفقہ کا انتظام بھی نہ کرنا بلکہ ان کو غیر محرم کے حوالے کر کے جانا کہاں تک درست ہے؟

جواب:..... اس طرح تبلیغ میں جانا درست نہیں نان و نفقہ اور شرعی محرم کا انتظام کر کے جانا چاہئے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے جن واقعات سے اس کے خلاف کا شبہ ہوتا ہے، اس شبہ کا ازالہ اسی عنوان سے احقر کی کتاب ”دعوت و تبلیغ کی شرعی حیثیت“ (ص ۶۹ تا ص ۷۱) میں ذکر کر دیا گیا، بغور ملاحظہ کیا جائے۔

سوال:..... کیا عورتوں کا جماعت کی شکل میں تبلیغ کے لئے اپنے محارم کے ساتھ ایک شہر سے دوسرے شہر جا کر محلہ محلہ، بستی بستی جانا درست ہے؟ جبکہ شریعت نے عورتوں کو محارم کے ساتھ مساجد میں جماعت میں شریک ہونے سے منع فرمایا ہے اور تمام فقہاء اور مفتیان کا اسی پر فتویٰ ہے، از روئے شریعت وضاحت فرمادیں؟

جواب:..... عورتوں کی تعلیم و تبلیغ کا محفوظ طریقہ یہی ہے کہ قرب و جوار کی عورتوں کو جمع کر کے اور پردہ کا لحاظ کر کے دینی کتابوں کو پڑھا اور سنا جائے اور کبھی کبھی متشرع دیندار بزرگ عالم سے باپردہ گھروں میں وعظ کہلا دیا جائے۔ اس سے زیادہ اس پر فتن زمانہ میں اجازت دینا فتنوں کو دعوت دینا ہے، اسی لئے حکماء امت نے نماز کی جماعت میں شرکت سے عورتوں کو منع کر دیا ہے۔ یہ شبہ نہ کیا جائے کہ جماعت تو سنت مؤکدہ ہے اور تبلیغ فرض ہے اس لئے ایک سنت عمل یعنی جماعت پر، ایک فرض عمل یعنی تبلیغ کا قیاس صحیح نہیں ہے، یہ شبہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ تعلیم و تعلم اگرچہ مرد و عورت سب پر فرض ہے، جس کی تفصیل پہلے نمبر کے جواب میں گزر چکی ہے، لیکن جب عورتوں کی تعلیم و تعلم کا مامون و محفوظ دوسرا

طریقہ موجود ہے اور اس طریقہ سے وہ فرض ادا ہو سکتا ہے، تو پھر اس مامون طریقہ کو چھوڑ کر دوسرا طریقہ اختیار کرنا فرض نہیں رہا، بہت سے بہت مستحب و مستحسن ہی ہوتا، مگر اب اس میں مفسد زمانہ کی وجہ سے استحباب و استحسان نہیں رہا، اس طرح یہ طریقہ بھی سنت جماعت کی نظیر بن گیا، اور اس کا قیاس سنت جماعت پر صحیح ہوگا۔

سوال:.....تبلیغ کی غرض سے کوئی کام شریعت یا سنت کے خلاف کرنا یا کوئی خلاف شرع وضع اختیار کرنا تاکہ لوگ تبلیغی جماعت کے ساتھ منسلک ہو جائیں کیسا ہے؟ نیز سنن و مستحبات پر عمل کرنے والوں کو یہ کہنا کہ تمہیں سنتوں کی پڑی ہوئی ہے اور امت کے فرائض و واجبات ترک ہو رہے ہیں، ان انفرادی اعمال کو چھوڑو اور اجتماعی فکر اپناؤ، یہ بات کہاں تک درست ہے؟

جواب:.....تبلیغ کی غرض سے کوئی خلاف شرع وضع اختیار کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ دوسروں کی اصلاح سے اپنی اصلاح مقدم ہے، قرآن کریم میں ہے ”قوا انفسکم و اہلیکم ناراً“ اس لئے خلاف شرع اپنے لئے وضع اختیار کرنا جائز ہے اور خود کو ناجائز کا مرتکب اور سزا کا مستحق بنا کر دوسروں کو سزا سے بچانے کا اہتمام کرنا خلاف شرع اور آیت بالا کے مضمون کے خلاف ہے اس میں خود کو اور اپنے متعلقین کو بچانے کا سزا سے حکم ہے، بعض حالات اور زمانہ میں دوسروں کی تبلیغ و اصلاح سے توجہ پشی کی اجازت ہے، مگر ہر شخص اپنی اصلاح کا ہر وقت مکلف ہے، الا یہ کہ استطاعت نہ ہو اور مجبور ہو جائے تو اس وقت تا استطاعت مکلف نہ رہے گا۔

قرآن کریم کی آیت ”اتأمرون الناس بالبر وتنسون انفسکم“ (الایۃ) میں بھی ہر عمل کے ساتھ دوسروں کو نیکی کا حکم کرنے پر رد فرمایا گیا ہے، تو پھر قصداً عمل نہ کرنا اور بد عملی اختیار کرنا کس قدر مذموم اور قابل رد ہوگا، سنن و مستحبات پر عمل کرنا باعث خیر اور موجب ازدیاد برکت ہے، اس کو حقیر نظر سے دیکھنا اور زبان سے بھی اس سے بے

پرواہی کا اظہار کرنا نہایت درجہ قابل اصلاح بات ہے۔

امت کے جو فرائض و واجبات ترک ہو رہے ہیں ان پر توجہ دینے کی بھی ضرورت ہے اور حتی المقدور ان کی اصلاح کی کوشش کرتے رہنا ضروری ہے، مگر سنن و مستحبات پر عمل کرنا اجتماعی اصلاح اور اجتماعی فکر کے خلاف نہیں ہے، بلکہ ان پر مداومت سے عمل کرنا موجب اصلاح اور اجتماعی فکر کے لئے لازم ہے، جو شخص ان پر ہمیشہ عامل رہتا ہو اس کے تبلیغی کام میں زیادہ برکت کی امید اور اس کا فکر زیادہ مؤثر اور مفید ہے، بہر حال یہ انفرادی اعمال اجتماعی فکر میں معین و مددگار ہیں، نہ کہ مضر اور مانع، بلکہ ان اعمال کا ترک اور استخفاف عجب نہیں کہ بے برکتی کی وجہ سے اجتماعی اصلاح کے لئے مانع اور مضر ہو اور دیکھنے والا یہ خیال کر کے تبلیغ میں کام کرنے سے رک جائے کہ جب دعوت دینے والوں کا عمل ان کے قول کے خلاف ہے تو پھر ہماری حالت بھی قابل اصلاح نہیں ہے، کیونکہ ہمارے اندر بھی عمل کی کوتاہی ہے اور عمل کی ضرورت تبلیغی جماعت میں بھی نہیں، تو اس کے ساتھ شرکت وعدم شرکت دونوں یکساں ہیں، اور اگر شرکت کرتے بھی تو پھر اس کی نظر میں عمل کی کوئی اہمیت نہ ہوگی، وہ شریک جماعت ہو کر بھی اپنی پہلی ہی بے عملی پر قانع رہے گا۔

سوال:..... زید کا قول ہے کہ کسی کو تبلیغی جماعت کے ساتھ جوڑنے کے لئے ہر ممکنہ جائز و ناجائز طریقہ اختیار کرنا چاہئے، اگر کسی کا دوست سینما جا رہا ہے تو اس کے ساتھ چلا جائے اور راستہ میں اسے دعوت دین دیتا رہے حتیٰ کہ ٹکٹ خرید کر سینما ہال میں اس کے ساتھ بیٹھ جائے اور اسے دعوت دیتا رہے، جب فلم شروع ہونے لگے تو ٹکٹ پھاڑ کر یہ کہتا ہوا اٹھ کر باہر آ جائے کہ میں فلم دیکھنے نہیں آیا تھا تمہیں دین کی دعوت دینے آیا تھا، زید کا یہ قول کیا حیثیت رکھتا ہے؟ جبکہ اس پر فتن دور میں عام طور پر اس درجہ کی صلاحیت نہیں ہوتی کہ نفس و شیطان کے مکر کے خلاف بھرپور مزاحمت کی جائے، کیا اس طرح اپنے آپ کو خطرہ میں ڈال کر تبلیغ دین جائز ہے یا ناجائز؟

جواب:..... زید کا قول غلط ہے اس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے کہ خود بد عملی اور گناہ کا کام کر کے دوسروں کو نصیحت کرنا شرعاً مذموم اور قابل رد ہے۔ قرآن مجید میں اس پر نکیر اور مذمت آئی ہے، تبلیغی جماعت میں جوڑنے کے لئے ہر جائز طریقہ سے کوشش کرنی چاہئے، ناجائز طریقہ سے نہیں اور کسی غلط کام کے لئے ساتھ رہنا اور اس کے لئے ٹکٹ خریدنا وغیرہ سب ناجائز ہے اور لوگوں کو دل کا حال معلوم نہیں ہوتا کہ فلاں شخص کس نیت سے آیا ہے وہ ظاہری حالت کو دیکھتے ہیں اور بدگمان ہوتے ہیں، عام مسلمانوں کو بدگمانی میں ڈالنا بھی منع ہے، حدیث شریف میں آیا ہے ”اتقوا مواضع التہم“، یعنی تہمت و بدگمانی کے موقع سے بچو۔ اس لئے یہ مذکورہ طریقہ ناجائز ہے اور ٹکٹ خریدنے میں مالی تعاون بھی ہے جو کہ ”ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان“ کے خلاف ہے اور ممنوع ہے۔

سوال:..... کیا سنن و مستحبات سے عاری شخص بھی دعوت و تبلیغ کا کام کرنے کا اہل ہے جبکہ متبع سنت اور عالم دین موجود ہو؟

جواب:..... متبع سنت اور عالم دین تبلیغ کے لئے زیادہ موزوں اور زیادہ مفید ہے اس کو ترجیح دینی چاہئے، لیکن اگر کسی ایسے شخص کو بھی تبلیغ کے لئے کھڑا کر دیا گیا، جو سنن و مستحبات سے عاری ہے، مگر فرائض و واجبات پر عامل ہے اور وہ اپنی اس کوتاہی پر قانع نہیں ہے، بلکہ اس کو کوتاہی سمجھتا ہے تو اس میں مضائقہ نہیں ہے۔

سوال:..... شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ کی کتاب ”تبلیغی نصاب“ جو مختلف فضائل کے رسائل کا مجموعہ ہے، ان کی زندگی میں اسی نام سے شائع ہوتی رہی، ان کی وفات کے بعد بعض لوگوں نے اس کا نام بدل دیا، نیز اس کتاب میں سے ایک رسالہ موسومہ ”فضائل درود شریف“ نکال دیا، اس کی وجہ یہ معلوم ہوئی تاکہ منکرین حیات النبی، بھی تبلیغی جماعت میں شامل ہو سکیں؟ کسی مصنف کی اجازت کے بغیر اس کی تصنیف کا نام بدلنا اور اس کتاب کا جز خارج کرنا کیا حیثیت رکھتا ہے؟

جواب:.....تبلیغی نصاب کا مجموعہ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے کئی رسالوں کا مجموعہ ہے، یہ ایک کتاب کا نام نہیں ہے، حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے زمانہ میں یہ مجموعہ جن رسالوں پر مشتمل تھا بہتر تو یہی تھا کہ انہیں رسالوں پر مشتمل رہتا، تاکہ اس کی افادیت اور نافعیت میں فرق نہ آتا اور لوگوں کو زیادہ سے زیادہ نفع حاصل ہوتا رہتا، اس لئے اس مجموعہ میں سے فضائل درود شریف کو خارج کر دینا پسندیدہ نہیں ہے اور اگر منکرین حیات النبی علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی رعایت ہے تو پھر اور بھی برا ہے، کسی غلط عقیدہ کی رعایت کر کے صحیح عقیدہ کی اشاعت و تبلیغ سے رک جانا یا رکاوٹ پیدا کر دینا ہرگز پسندیدہ بات نہیں ہے اور تجربہ یہ ہے کہ ایسے وقتی مصالح سے کوئی آدمی دھوکہ میں نہیں آ سکتا، ہر شخص کو معلوم ہے کہ یہ رسالہ فضائل درود شریف حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کا ہے اور سالہا سال تک تبلیغی نصاب کا جز ہو کر شائع ہوتا رہا لاکھوں کی تعداد میں مسلمانوں نے اس کو پڑھا اور سنا ہے اور حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ کا یہی عقیدہ ہے جو اس کتاب میں درج ہے وہ تبلیغی جماعت کے بانیوں میں شامل ہیں، پھر اس رسالہ کو تبلیغی نصاب سے خارج کر دینے یا اس کو برسر عام پڑھنے کی ممانعت سے تبلیغی جماعت کے بانیوں اور سرپرستوں کے عقیدہ میں فرق نہیں آ سکتا، اور کوئی شخص بھی یہ غلط بات ان حضرات کی طرف منسوب نہیں کر سکتا کہ وہ درود شریف کے منکر یا حیات النبی علیہ السلام کے منکر ہیں، کسی انفرادی یا اجتماعی عمل یا عقیدہ کو جماعت کے بانیوں اور سرپرستوں کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا، بعد والے اپنے عقیدہ اور عمل کے خود ذمہ دار ہیں، البتہ موجودہ ذمہ داران جماعت کو بھی ایسے امور میں احتیاط کے دامن کو مضبوطی کے ساتھ تھامے رہنا چاہئے، جن سے بدگمانی یا غلط گمانی پیدا ہو سکتی یا کی جاسکتی ہو، کسی مصنف کی اجازت کے بغیر اس کی کتاب کا نام بدلنا درست نہیں کہ اس سے خلاف واقعہ نسبت لازم آتی ہے، اور غلط گوئی کے زمرہ میں یہ بات آتی ہے کہ جو نام مصنف نے نہیں رکھا وہ غلط طور پر اس کی طرف منسوب کر دیا گیا، اسی

طرح اس کی کتاب کا کوئی جز بھی اس کی اجازت کے بغیر نکالنا کتاب کو ناقص کرنا پھر ناقص کو مکمل باور کرانا ہے، جو کہ ناجائز اور دھوکہ دہی ہے، مگر تبلیغی نصاب ایک کتاب نہیں ہے کئی رسالوں کا مجموعہ ہے اس کی یہ حیثیت نہیں ہے اور نہ ہی حضرت مصنف رحمہ اللہ نے اس کا نام تبلیغی نصاب رکھا، اہل مطالع نے اس نام سے ان رسائل کو جمع کر دیا تھا پھر حضرت مصنف رحمہ اللہ نے بھی اس پر اپنی رضامندی کا اظہار فرمایا تھا، اس لئے بہتر تھا کہ وہی نام اور وہی رسائل کا مجموعہ اس میں جوں کے توں باقی رہتے جس طرح حضرت مصنف کی حیات مبارکہ میں طبع ہوتے رہے تھے، باقی ایک مستقل رسالہ کا کسی مجموعہ سے علیحدہ کر دینا اور کسی ایک کتاب کے ایک جز اور حصہ کا خارج کر دینا دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں ایک کو دوسرے کے ساتھ خلط نہیں کرنا چاہئے اور عدل و انصاف کا دامن ہر صورت اور ہر وقت مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب، ہذا ما اردت ایرادہ مختصراً فی هذا الجواب، یشفیک انشاء اللہ فی هذا الباب، خذ هذا ودع عنك الجدال، واترك القيل والقال، ان ارید الا الاصلاح ماستطعت وماتوفیقی الا باللہ علیہ تو کلت والیہ انیب، اللہم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعه، وارنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابه، آمین برحمتک یا ارحم الراحمین کتبہ الراجی رحمۃ ربہ الغفور، الاحقر السید عبدالشکور الترمذی عفی عنہ الذنوب والقصور فی یوم النشور خادم الافتاء فی المدرسة العربیہ الحقانیہ فی قریہ ساہیوال فی مضافات سر جو دھا

۲۶ / رجب المرجب ۱۴۰۶ھ

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

## واقعات وارشادات

مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں حاضری

۱۹۹۲ء رجب ۱۴۱۲ھ میں حق تعالیٰ نے اپنے فضل خاص اور کرم سے اس احقر ناکارہ کو پہلی مرتبہ اپنے والد ماجد قدس سرہ کے ہمراہ عمرہ کی سعادت عطا فرمائی، ہم نے یہاں حاضر ہو کر مغرب کی نماز مسجد حمزہ رضی اللہ عنہ میں ادا کی پھر اس کے بعد بیت اللہ شریف میں حاضری دی جدہ سے جناب حاجی ضیاء الدین صاحب نے وصول کر لیا تھا اس لئے مکہ معظمہ میں قیام کا انتظام انہوں نے دار الحجہ مسفلہ میں خود ہی کر دیا احقر نے پاکستان سے اپنی آمد کا پروگرام بذریعہ خط حضرت مولانا شمیم صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کر دیا تھا جب احقر مدرسہ صولتیہ کا راستہ معلوم کر کے وہاں حاضر ہوا حضرت موصوف سے ہی ملاقات ہو گئی میں نے نام بتایا اور حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ دیا تو فوراً میرا خط نکال کر دکھایا اور بڑی تیزی سے فرمانے لگے کہ اب تک تم کہاں تھے میں تمہارے انتظار میں تھا اور اب کہاں ہیں میں نے تفصیل بتائی تو فرمایا کہ ان کو لے کر آنا چنانچہ اگلے روز حضرت کے ہمراہ وہاں حاضری ہوئی حضرت مولانا موصوف بہت ہی خوش ہوئے اور بڑا زبردست استقبال فرمایا کافی دیر تک دونوں بزرگوں میں تبادلہ خیال ہوتا رہا پھر فرمایا کہ آپ دار الحجہ میں ٹھہر گئے ہیں لیکن کل کو کھانا آپ ہمارے ہمراہ تناول فرمائیں آئندہ روز پھر یہاں آنا ہوا بڑی پر تکلف دعوت فرمائی، پورے مدرسہ کی عمارات کتب خانہ وغیرہ دکھایا اساتذہ کرام سے بھی تعارف کرایا حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی قدس سرہ نے جس جگہ بیٹھ کر حضرت قاری عبداللہ صاحب مکی سے مشق کی تھی وہ جگہ اور حضرت شیخ الطائفہ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہ کا حجرہ بھی دکھایا دوران گفتگو حضرت والد صاحب نے فرمایا کہ حضرت مولانا

ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ۱۳۲۸ھ میں یہاں حضرت قاری عبداللہ صاحب سے مشق کی تھی اس طرح حضرت موصوف بھی ان کے شاگرد ہیں اس پر مولانا موصوف نے کہا کہ یہ حوالہ کہاں ملے گا مجھے یاد نہیں حضرت والد صاحب مرحوم نے سفرنامہ حجاز حصہ دوم مؤلفہ حضرت مولانا عثمانی کا حوالہ دیا اس پر وہ بہت خوش ہوئے کہ حضرت اقدس تھانوی کے علاوہ حضرت مولانا عثمانی بھی مدرسہ صولتیہ کے تلامذہ میں سے ہیں حضرت والد صاحب کی طبیعت قدرے ناساز تھی اس لئے ان کے واسطے جو شانہ کا بھی اہتمام تھا احقر کو بھی بڑی محبت و شفقت سے بہت سی ہدایات سے نوازا اور عربی کے نئے نصاب کا ایک سیٹ دینے کیلئے وعدہ فرمایا چونکہ ان دنوں حضرت والد صاحب ”احکام القرآن“ کا مکملہ لکھ رہے تھے اس لئے والد صاحب نے کتب خانہ سے بعض تفاسیر لے کر ”احکام القرآن“ کا کچھ حصہ صولتیہ میں تحریر فرمایا اس سے بھی حضرت مولانا شمیم صاحب بہت خوش ہوئے پھر ہم حرم میں حاضر ہوئے حضرت نے دوران طواف اس حصہ کو اپنے ساتھ رکھا اور اس کی تکمیل باب کعبہ کے سامنے فرمائی بحمد اللہ تعالیٰ بعد میں یہ حصہ مکمل ہو گیا اور اب عنقریب ان شاء اللہ تعالیٰ طبع ہونے والا ہے اللہ تعالیٰ تمام مراحل آسان فرما کر اس کی جلد اشاعت کرا دیں اور امت کو اس سے مستفید ہونے کی توفیق دیں آمین۔

مدرسہ صولتیہ میں اس طرح یہ پہلی حاضری تھی اس کے بعد ہم مدینہ منورہ حاضر ہوئے وہاں سے واپسی پر عمرہ کے فوراً بعد جدہ اور وہاں سے اگلے روز پاکستان کا سفر ہوا جس کی پوری تفصیل احقر کے سفرنامہ میں موجود ہے مدرسہ صولتیہ میں جب حضرت مولانا محمد سلیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم تھے اس وقت حضرت جد امجد حضرت مولانا مفتی عبدالکریم صاحب کھٹلوی قدس سرہ بھی حج کیلئے مکہ معظمہ حاضر ہوئے تھے حضرت مولانا محمد سلیم صاحب سے بھی ان کا تعلق تھا جیسا کہ حضرت مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ کے نام ان کے مکتوب تحریر کردہ از مکہ مکرمہ سے واضح ہوتا ہے یہ مکتوب گرامی انہوں نے بازار منی سے تحریر



فرمایا تھا جو مفتی اعظم نمبر میں موجود ہے اس طرح اس مدرسہ اور اس کے اکابر سے ہمارا بہت دیرینہ تعلق ہے واللہ علی ذالک۔ حضرت والد صاحب ۲۰ رجب ۱۴۲۱ھ میں جب آخری مرتبہ عمرہ کیلئے تشریف لائے تو جناب محترم حشیم صاحب نے بڑی پر تکلف دعوت فرمائی تھی اس کے بعد حضرت کا خصوصی بیان بھی یہاں ہوا تھا ان حضرات کے اسی تعلق کا یہ کرشمہ ہے کہ احقر اس وقت یہاں مقیم ہے اللہ تعالیٰ ان حضرات کو جزائے خیر دیں اور ہمیں ان تعلقات کا لحاظ اور حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

### سبعہ عشرہ میں حضرت والد صاحب کا فیض

حضرت اقدس والد صاحب نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں اور مولانا سلیم اللہ خان صاحب دارالعلوم الاسلامیہ لاہور میں جمع تھے قاری احمد میاں تھانوی نے تلاوت کی اور سبعہ میں بہت عمدہ پڑھا جب ان کی تلاوت ختم ہوئی تو مولانا نے فرمایا بھائی ہم نے تو سبعہ نہیں پڑھی تھی ہمارے ساتھیوں میں مفتی عبدالشکور صاحب نے سبعہ عشرہ پڑھی ہے لیکن انہوں نے کسی کو نہیں پڑھائی اس طرح اس شعبہ میں ان کا فیض آگے نہ بڑھ سکا اور کوئی حلقہ تلامذہ پیدا نہ ہوا حضرت والد صاحب فرماتے تھے کہ مجھے ان کی اس بات سے اتفاق کے ساتھ احساس بھی ہوا کہ اس شعبہ میں ضرور خدمت کرنی چاہئے تھی چونکہ ان کی بات درست تھی اس لئے میرے پاس اس کا جواب نہ تھا مگر قاری احمد میاں نے کہا کہ مجھے اس طرف حضرت ہی نے لگایا ہے اور میں ان کا شاگرد ہوں اور بحمد اللہ تعالیٰ میرے اس وقت سینکڑوں شاگرد اس شعبہ میں موجود ہیں جو بالواسطہ حضرت ہی کے شاگرد ہیں اس طرح قرأت میں بھی حضرت کا فیض جاری ہے والد صاحب اس پر بہت خوش ہوئے اور ہنس کر فرمانے لگے کہ بھائی آج تم نے ہمارا خوب دفاع کیا حضرت مولانا بھی اس پر خوب محفوظ ہوئے۔

### رموز میں سبعہ قرأت کا لکھنا

عرصہ دراز کی بات ہے کہ ریڈیو پاکستان پر پندرہ روزہ محفل قراءت آتی تھی جسے

ہم بڑے شوق سے سنتے تھے حضرت والد صاحب بھی بڑے شوق و رغبت اور توجہ سے اس کو سماعت فرماتے تھے اور اچھا پڑھنے والوں کو داد بھی دیتے ان کی بہت تعریف فرماتے بطور خاص حضرت قاری اظہار احمد تھانوی کی تلاوت کو بہت ہی پسند فرماتے ان پڑھنے والوں میں ہمارے محترم مخدوم زادہ جناب مولانا قاری احمد میاں تھانوی بھی تھے یہ بھی اچھا پڑھتے تھے پھر چونکہ ماشاء اللہ ان کا سانس زیادہ تھا اس لئے ایک ہی دفعہ میں کئی آیات پڑھ جاتے تھے ہمیں ان کی تلاوت زیادہ پسند تھی حضرت بھی خوشی کا اظہار فرماتے تھے اکثر لاہور میں مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں جانا ہوتا تھا جہاں قاری احمد میاں بھی مقیم تھے اس لئے ایک مرتبہ حضرت نے ان سے فرمایا کہ بھائی احمد میاں تم بہت اچھا پڑھتے ہو لیکن یہ بتاؤ کہ تم نے سب سے پڑھی ہے یا نہیں انہوں نے نفی میں جواب دیا تو حضرت نے ان کو اس کی ترغیب دی اور سب سے پڑھنے پر زور دیا ساتھ ہی فرمایا کہ میں نے رموز میں سب سے لکھی ہے اور یہ مصحف میرے پاس موجود ہے تم سب سے پڑھو میں تمہیں وہ نسخہ بھی دیدوں گا موصوف نے آمادگی کا اظہار کیا حضرت کے اصرار سے وہ اچھے خاصے متاثر ہوئے اور حضرت نے بھی ان کو اپنی متاع عزیز قرآن کریم کا وہ نسخہ جو انہوں نے رموز میں بزمانہ طالب علمی و قیام پانی پت میں تحریر فرمایا تھا ان کو بھیجا دیا قاری صاحب اس وقت دارالعلوم دینیہ میں تجوید کے رئیس تھے اور ان کے تلامذہ کا بڑا وسیع حلقہ تھا مگر اس کے باوجود انہوں نے بڑی ہمت فرمائی کہ حضرت قاری اظہار احمد صاحب تھانوی سے شاطبیہ پڑھی پھر چار سال مدینہ منورہ میں سب سے عشرہ کی تکمیل بڑے ماہر و جید قراء سے کی حتیٰ کہ حق تعالیٰ نے ان کو علمی و فنی طور پر اور اس کے ساتھ حسن صوت و جودت قرأت میں استاذ کا مقام عطا فرمایا اس وقت پاکستان میں ہی نہیں بلکہ دیگر ممالک میں بھی وہ اس حوالہ سے ایک ممتاز حیثیت کے حامل ہیں انہوں نے حضرت والد صاحب کے عطا کردہ نسخہ قرآن کریم کی بہت قدر فرمائی بڑے غور سے اس کو بار بار پڑھا اور مدینہ منورہ میں بھی اس کو ساتھ رکھا حتیٰ کہ تقریباً اٹھارہ سال تک یہ نسخہ ان کے پاس

رہا اور آخر حیات میں حضرت والد صاحب قدس سرہ نے ان سے واپس لیا جامعہ حقانیہ میں انہوں نے کئی مرتبہ تلاوت کی ایک دفعہ حضرت والد صاحب قدس سرہ کو سب سے عشرہ میں سنا کر اجازت بھی حاصل کی حضرت نے ان کو حضرت قاری فتح محمد صاحب پانی پتی اور حضرت استاذ القراء جناب قاری محی الاسلام صاحب حضرت مولانا قاری حفظ الرحمن صاحب صدر شعبہ تجوید و قرأت دارالعلوم دیوبند کے حوالہ سے سب سے عشرہ کی اجازت عطا فرمائی مجھے موصوف نے کئی مرتبہ فرمایا کہ اگر حضرت سے اجازت لکھوا کر بھی دیدی جائے تو زیادہ بہتر ہے حضرت کی سند میرے لئے یادگار اور باعث برکت ہوگی مگر افسوس کہ ایسا نہ ہو سکا ان اللہ وانا الیہ راجعون قاری محمد شفیق صاحب پانی پتی حال مدرس دارالعلوم جھنگ جس زمانہ میں ام القریٰ ابو ظہبی میں تھے انہوں نے بھی حضرت اقدس سے سب سے عشرہ کی اجازت حاصل کی تھی اور حضرت نے انہیں اجازت نامہ لکھ کر بھیجا تھا اس کی نقل احقر کے پاس بھی محفوظ ہے۔

تہجد کے لیے بیدار ہونا

حضرت والد صاحب قدس سرہ کا اصلاحی تعلق جس زمانہ میں حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوری نور اللہ مرقدہ سے رہا اس دور میں ایک مرتبہ حضرت کی خدمت میں کراچی حاضری ہوئی خانقاہ میں قیام تھا کھانا حضرت کے ہاں سے آتا تھا رات کو تہجد و نوافل کا اہتمام بھی فرماتے تھے ایک صاحب جو حضرت پھولپوری کے متوسلین میں سے تھے انہوں نے رات کو تہجد میں اٹھنے کیلئے گھڑی (ٹائم پیس) رکھی ہوئی تھی حضرت والد صاحب تہجد کے وقت پر اکثر از خود ہی بیدار ہو جاتے تھے ایک مرتبہ ان سے فرمایا کہ رات کو آپ نوافل کیلئے مجھے بھی اٹھا دیں ایسا نہ ہو کہ تہجد قضا ہو جائے آپ چونکہ گھڑی لگاتے ہیں اس لئے اس کا خیال رکھیں انہوں نے کہا کہ آپ تو خود ہی گھڑی ہیں آپ کو کسی قسم کے الارم کی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت مولانا محمد عیسیٰ صاحب

حضرت والد صاحب قدس سرہ جب حج پر مکہ معظمہ آئے اس زمانہ میں

حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ کے خلیفہ حضرت مولانا محمد عیسیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مقیم تھے اپنے والد گرامی کے ساتھ ان سے ملنے گئے فرماتے تھے کہ ان کے ہاں ہر چیز ایک مرتب انداز میں رہتی تھی بڑے سلیقہ سے ہر چیز کو رکھا ہوا تھا حتیٰ کہ پانی اور چائے کیلئے بھی پینے والے کی طلب کے مطابق الگ الگ مقدار کے برتن اور چمچ تیار تھے ان حضرات کو بھی ان کی طلب کے مطابق پانی بنا کر پیش فرمایا پینے والے سے پہلے ہی دریافت فرماتے تھے کہ ایک چمچ شکر کا شربت پینا ہے یا کم و بیش پھر اس کی طلب کے مطابق برتن لے کر خاص مقدار میں پانی ڈالتے اور شکر ملا کر دیا کرتے تھے۔

مولانا شفیع الدین کے جنازہ میں شرکت

حضرت مولانا شفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت اقدس شیخ الطائفہ حاجی امداد اللہ مہاجر کی قدس سرہ کے خلیفہ تھے جس دور میں یہ حضرات حج کیلئے آئے اسی زمانہ میں انہوں نے انتقال فرمایا حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ان کے جنازہ میں بھی میں نے شرکت کی ہے اس وقت باب ابراہیم پر حضرت مولانا عبید اللہ سندھی بیٹھا کرتے تھے ان کی زیارت بھی یہیں کی وہ سرنگا رکھتے تھے حضرت مولانا سیف الدین صاحب کی زیارت بھی یہیں ہوئی اس زمانہ میں حرم میں چار مصلے ہوتے تھے ہر ایک مسلک کا مصلیٰ الگ الگ تھا۔

بیت اللہ سے آپ کی عقیدت و محبت

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آخری مرتبہ عمرہ کیلئے حرمین شریفین کا سفر کیا تو جدہ پہنچ کر طبیعت سخت خراب ہو گئی ہمارے کرم فرما میزبان جناب قاری محمد رفیق صاحب نے خوب تیمارداری کی کئی دن میں طبیعت سنبھلی ضعف بے حد تھا اس کے باوجود طواف اور سعی خود ہی پیدل فرمائی ساتھیوں نے بیجا اصرار کیا کہ شرعاً اس وقت آپ کیلئے سواری کی گنجائش ہے اس لئے آپ پیدل نہ چلیں تکلیف بڑھنے کا اندیشہ ہے لیکن اس کو

قبول نہیں فرمایا جناب لئیق احمد راؤ صاحب اور جدہ سے جناب خالد قدوائی صاحب حضرت کے ساتھ تھے احقر کو فرمایا کہ تم آزاد ہو بے فکر ہو کر طواف اور سعی کر لو میں ان کے ساتھ کر لوں گا احقر طواف سے فارغ ہوا تو میرا خیال تھا کہ ابھی بمشکل طواف کا ایک شوط (چکر) مکمل فرمایا ہوگا کیونکہ کمزوری بہت تھی اور قدرے رش بھی تھا میں اس انتظار میں رہا کہ طواف مکمل فرمائیں تو پھر سعی مل کر ہوگی کافی وقت گزر گیا مگر مطاف میں یہ حضرات نظر نہ آئے مجھے پریشانی ہوئی اور یہ فکر لاحق ہوئی کہ کہیں طبیعت خراب نہ ہوگئی ہو اسی فکر میں مختلف مقامات کا چکر لگا کر دیکھتا رہا کافی دیر گزر گئی کوئی سراغ نہ ملا تو بے چینی زیادہ ہوگئی پھر اچانک عزیزم اسامہ سلمہ پر نظر پڑی تو وہ مجھے دیکھ کر کہنے لگے کہ آپ کہاں ہم سب آپ کے انتظار میں ہیں میں نے کہا کہ حضرت کہاں ہیں انہوں نے کہا کہ سعی کا آخری چکر کر رہے ہیں بحمد اللہ تعالیٰ بخیریت ہیں اور سعی بھی خود فرما رہے ہیں یہ سن کر میری جان میں جان آئی لیکن بڑی حیرت ہوئی یہ سب کچھ کیسے ہو گیا پھر وہاں سے صفا پرآ کر سعی شروع کی اور جلدی جلدی سعی مکمل کی حضرت سعی سے پہلے ہی فارغ ہو چکے تھے کچھ دیر کیلئے باب کعبہ کی محاذات میں سامنے بیٹھ کر کعبہ شریف کو عجیب انداز سے دیکھتے رہے پھر فرمایا کہ عجیب شان ہے بیت اللہ شریف کی کہ سب دنیا اس پر لٹو ہے آواز بھرا گئی اور بے خود آنسو نکل آئے ہم پر بھی بڑا اثر ہوا پھر دعا کر کے وہاں سے نکلے اور حلق کر کے جدہ پہنچ گئے۔

حضرت تھانوی کی تفسیری خدمات پر مقالہ

حضرت والد صاحب قدس سرہ ایک مرتبہ لاہور سمن آباد جناب ڈاکٹر مطیع الرحمن مرحوم کے ہاں قیام پذیر تھے کہ اچانک مولانا عبدالقادر صاحب آزاد اور مولانا فضل الرحیم صاحب وغیرہ تشریف لے آئے مولانا آزاد نے کہا کہ حضرت میں حضرت اقدس تھانوی قدس سرہ کی تفسیری خدمات پر پی ایچ ڈی کر رہا ہوں حکومت سے اس کی منظوری مل گئی ہے مجھے ماہنامہ الحسن کے حکیم الامت نمبر سے آپ کا مضمون پڑھ کر معلوم ہوا کہ اس موضوع پر

آپ نے تفصیلی مقالہ تحریر فرما رکھا ہے میری درخواست یہ ہے کہ آپ وہ مقالہ مجھے عنایت فرمادیں تاکہ میں اپنا کام مکمل کر سکوں دوسرے حضرات نے بھی ان کی سفارش کی اور یہ بھی کہا کہ ہم اس سلسلہ میں ساہیوال آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے تھے پھر معلوم ہوا کہ آپ یہاں تشریف فرما ہیں تو یہاں حاضر ہو گئے حضرت اقدس نے فرمایا کہ میرا یہ تفصیلی مقالہ مجلس صیانتہ المسلمین کے دفتر میں مولانا وکیل احمد صاحب کے پاس ہے آپ ان سے مل کر وہ حاصل کر لیں اور اس سے استفادہ کریں مجھے کوئی انکار نہیں ہے بلکہ خوشی ہوگی یہ حضرات بہت ممنون ہوئے اور بصد خوشی مل کر واپس ہوئے بعد میں مولانا آزاد نے مجلس کے دفتر سے حضرت اقدس کے مقالہ کی کاپی حاصل کی اور اس کی بنیاد پر پی ایچ ڈی کا مقالہ تیار کیا جس کو حکومت نے منظور کر کے انہیں ڈاکٹریٹ کی ڈگری جاری کر دی ہے موصوف نے اپنے مقالہ میں بھی حضرت سے استفادہ کا ذکر کیا ہے یہ واقعہ ۱۹۸۹ء کے لگ بھگ کا ہے۔

### حقوق طباعت سے متعلق آپ کی رائے

مکتبہ مدنیہ لاہور کے بانی جناب انوار احمد صاحب مرحوم ”المہند“ شائع کرنا چاہتے تھے اس کے آخر میں حضرت اقدس کا خلاصہ بھی عرصہ سے ادارہ اسلامیات لاہور والے حضرات شائع کر رہے تھے انوار احمد مرحوم نے اس خلاصہ کی اشاعت کیلئے حضرت سے اجازت لینے کیلئے ساہیوال آنے کا پروگرام بنایا حضرت جب لاہور تشریف لے گئے تو کسی طرح ان کو بھی معلوم ہو گیا تو وہ سمن آباد پہنچ گئے اور کہنے لگے کہ ”المہند“ کا خلاصہ افغانستان کے علماء نے بہت پسند کیا ہے ان کا تقاضہ ہے کہ میں المہند کو مع خلاصہ کے طبع کروں اس لئے آنجناب سے اس کی اشاعت کیلئے اجازت مطلوب ہے حضرت نے ان کو بڑی خوشی کے ساتھ اجازت دی اور ان کی حوصلہ افزائی فرمائی احقر نے خلاصہ کیلئے حضرت قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہم کا لکھا ہوا پیش لفظ بھی انہیں دیا مرحوم نے اس کے اضافے

کے ساتھ ”المہند“ کے آخر میں یہ خلاصہ شائع کیا جو مکتبہ مدنیہ سے اب بھی طبع ہو رہا ہے اس کے بعد موصوف نے کتاب ”بارہ مہینوں کے مسائل“ بھی شائع کی اور مفید الوارثین کا وہ نسخہ جس میں حضرت اقدس کی تحریر بھی شامل اشاعت ہے یہ بھی شائع کی اگرچہ اس کے لیے انہوں نے اجازت نہیں لی مگر حضرت اقدس نے فرمایا کہ میری طرف سے اپنی تصانیف پر اشاعت کی پابندی نہیں ہے اگرچہ اخلاقاً اجازت لینا بہتر تھا۔

شیخ تکی صاحب کا اجازت حاصل کرنا

گذشتہ سے پوسٹہ سال حضرت اقدس نے عمرہ کیلئے سعودی عرب کا سفر فرمایا زیادہ تر قیام کمزوری اور شدید بیماری کی وجہ سے جدہ میں جناب قاری محمد رفیع صاحب کے ہاں ہی رہا وہاں شیخ تکی صاحب ملاقات کیلئے تشریف لائے وہ اکابرین سے ملاقات و زیارت کے علاوہ اجازت حدیث کے بڑے مشتاق رہتے ہیں حضرت اقدس سے بھی صحاح ستہ کے اوائل سنا کر اجازت حدیث حاصل کی اس کے علاوہ سببہ عشرہ میں سنا کر اس کی اجازت بھی لی حضرت نے خود بھی سببہ میں ان کو سورہ فاتحہ سنائی اس روز جب المرجب ۱۴۲۱ھ کی گیارہ تاریخ تھی ہجری حساب سے حضرت اقدس کی عمر مبارک کے اسی سال مکمل ہو رہے تھے شیخ تکی کو اس کا علم ہوا تو وہ بہت ہی خوش ہوئے اور فرمانے لگے ہذا یوم مبارک۔

علم قرأت میں حضرت والد گرامی کی سند بہت عالی ہے اس وقت حضرت شیخ القراء قاری محی الاسلام صاحب قدس سرہ پانی پتی کے تلامذہ میں حضرت والا کے علاوہ کوئی شاگرد زندہ نہیں تھا آپ کے مایہ ناز شاگرد امام القراء حضرت قاری فتح محمد صاحب پانی پتی مہاجر مدنی یہاں دیا رب میں مشہور تھے اور شیخ بھی ان کو خوب جانتے تھے اس لئے انہوں نے حضرت اقدس کی بہت قدر کی اور اجازت حدیث کے ساتھ اجازت قرأت کو اپنے لئے بہت ہی باعث سعادت اور موجب افتخار سمجھا۔

(جاری.....)

مولانا محمد آصف چنیوٹی

## اخبار الجامعہ

۲۶/ ذوالقعدہ ۱۴۳۵ھ: حضرت مدظلہم نے جامعہ کی شاخ مدرسہ فاروقیہ للبنات سکندری میں بخاری شریف کی پہلی حدیث پر درس ارشاد فرمایا۔ ۲/ ذی الحجہ: حضرت مدظلہم نے جامعہ کی شاخ مدرسہ عثمانیہ للبنات میں گیارہ طالبات کو ناظرہ قرآن پاک مکمل کرنے پر آخری سبق پڑھا کر بیان فرمایا۔ ۵/ حضرت مدظلہم نے مدرسہ امدادیہ فتحیہ سلانوالی میں ماہانہ اصلاحی درس ارشاد فرمایا۔ ۶/ حضرت مدظلہم نے مدرسہ قاسمیہ سرگودھا میں تعلیمی آغاز پر بیان فرمایا۔ ۱۰/ حضرت مدظلہم نے عید گاہ حقانیہ میں بڑے اجتماع سے بیان فرمایا اور نماز عید پڑھائی۔ ۱۵: حضرت مدظلہم نے مدرسہ عائشہ للبنات میں حفظ قرآن کریم مکمل کرنے پر طلباء و طالبات کو آخری سبق پڑھا کر بیان فرمایا۔ ۱۷: جامعہ میں عید الاضحیٰ کے بعد تعلیم کا آغاز ہوا تمام طلباء اور اساتذہ کرام بھی تشریف لے آئے۔ ۲۱/ حضرت مدظلہم نے جامع مسجد حقانیہ میں جمعہ کے موقع پر بیان فرمایا بعد عصر جامعہ میں اصلاحی درس ارشاد فرمایا۔

جامع مسجد ترمذی:

حقانیہ ٹاؤن فروکہ روڈ پر جامع مسجد ترمذی کے تہ خانہ 94x76 کی چھت کالٹر بحمد اللہ ڈال دیا گیا ہے۔ جس پر اب تک تقریباً ایک کروڑ روپیہ خرچ ہو چکا ہے جبکہ ابھی مسجد کے ہال، برآمدے اور دوسری منزل کی تعمیر کا کام باقی ہے، جس کا تخمینہ لاگت تقریباً ساڑھے تین کروڑ روپے ہے۔

تہ خانہ کے فرش کا کام ان شاء اللہ جلد شروع کرنے کا ارادہ ہے، قارئین سے سہولت کے ساتھ تکمیل کے لیے دعا کی درخواست ہے۔